حصہ پنجم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

مفتی عبدالباقی اخونزادہ

www.youtube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulbaqi
www.t.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

☆ حصہ پنجم ☆

مفتی عبد الباقی اخونزادہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

فہرست

تعارف	4
پیش لفظ	5
تنبیہات سلسلہ نمبر 201	6
رمضان کی عجیب فضیلت	6
تنبیہات سلسلہ نمبر 202	9
نبوی گھرانے کی قربانی	9
تنبیہات سلسلہ نمبر 203	14
مینڈک کو قتل نہ کرنا	14
تنبیہات سلسلہ نمبر 204	18
دابۃ الارض کا نکلنا	18
تنبیہات سلسلہ نمبر 205	24
مختلف لوگوں کے مختلف حج	24
تنبیہات سلسلہ نمبر 206	27
یوسف علیہ السلام اور سزا	27
تنبیہات سلسلہ نمبر 207	32
بچوں کا گلیوں میں کھیلنا	32
تنبیہات سلسلہ نمبر 208	36
درودِ ناریہ کی فضیلت	36
تنبیہات سلسلہ نمبر 209	41
شہد کا پیالہ اور بال	41
تنبیہات سلسلہ نمبر 210	46
حضرت عیسی علیہ السلام کی تدفین	46
تنبیہات سلسلہ نمبر 211	50

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

قربانی کے جانور کو موٹا کرنا	50
تنبیہات سلسلہ نمبر 212	52
روضہ رسول پر بار بار سلام	52
تنبیہات سلسلہ نمبر 213	59
حیاتِ نبی کے آخری لمحات (حصہ اول)	59
تنبیہات سلسلہ نمبر 213	67
حیاتِ نبی کے آخری لمحات (حصہ دوم)	67
تنبیہات سلسلہ نمبر 214	74
قبرِ رسول اور نورالدین زنگی	74
تنبیہات سلسلہ نمبر 216	84
خصی جانور کی قربانی کرنا	84
تنبیہات سلسلہ نمبر 217	89
مسجدِ خیف میں انبیاء کی قبریں	89
تنبیہات سلسلہ نمبر 218	94
مزدلفہ کی رات کا خاص عمل	94
تنبیہات سلسلہ نمبر 219	97
جبلِ رحمت کی اہمیت	97
تنبیہات سلسلہ نمبر 220	102
اوجھڑی کھانے کا حکم	102
تنبیہات سلسلہ نمبر 221	107
طواف کیلئے وضو کا حکم	107

تنبیہات
متخصص فی الفقہ والعلوم الاسلامیہ
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
مفتی عبدالباقی اخونزادہ
Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تعارف

مفتی عبد الباقی اخونزادہ صاحب نے ۱۹۹۴ میں جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔کراچی سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ جس کے بعد ۱۹۹۴۔۱۹۹۵ میں اس ہی ادارے سے تخصص فی الفقہ کیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۱۔۲۰۰۴ تک جامعہ دار لعلوم کراچی سے تمرینِ افتاء کیا اور وفاقی اردو یونیورسٹی سے تاریخِ اسلام میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ رضیہ للبنات۔سائیٹ کراچی میں مہتمم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب واٹس ایپ کے گروپس میں شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

اور مفتی صاحب کی یوٹیوب کے چینل پر مختلف سوالات کے جوابات اپلوڈ کیئے جاتے ہیں۔

Mufti Online by Mufti Abdul Baqi

http://YouTube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulBaqi

مفتی صاحب کے ٹیلی گرام چینل کا لنک

http://T.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

مفتی صاحب کا واٹس ایپ نمبر

+92-333-8129000

پیش لفظ

یہ کتاب مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب کی طرف سے اہم موضوعات اور احادیث کی صداقت کے حوالے سے کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ اہم موضوعات اور احادیث جو کہ دورِ حاضر میں خصوصاً سوشل میڈیا پر زبان زدِ عام ہیں ان کی تحقیق کی گئی ہے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ اکثر اوقات سوشل میڈیا پر شیئر کیئے جانے والے موضوعات اور احادیث کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ غیر مستند اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ جس سے عوام الناس لاعلمی کے باعث جھوٹ کے پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب نے یہ سلسلہ شروع کیا تاکہ عام مسلمان اور خصوصاً علماء کرام اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کی اہم موضوعات اور احادیث کی حوالے سے کی گئی تحقیق کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر آپ احباب میں سے کسی کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہ مہربانی اس کی نشاندہی ضرور فرمائیں۔

تنبیہات سلسلہ نمبر 201

رمضان کی عجیب فضیلت

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی تحقیق مطلوب ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان برکت والا مہینہ آگیا، اس میں خیر وبرکت اور اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، اس میں دعاؤں کو پسند کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالی اعمال میں تمہارے جذبے کو دیکھتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں، پس اللہ کو اپنے خیر کا جذبہ دکھاؤ کیونکہ وہ شخص بہت بڑا محروم ہے جو اس مہینے میں بھی اللہ تعالی کی رحمت سے محروم رہ جائے. کیا یہ روایت درست ہے؟ (سائل: حافظ دلاور، کوہاٹ)

الجواب باسمه تعالی

سوال میں مذکور روایت مختلف کتب میں موجود ہے، جیسے: طبرانی، ہیثمی اور بیہقی نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے.

- أخرجه الطبراني في "مسند الشاميين" (2238).
- والشاشي في "مسنده" (1224).
- والحسن الخلال في "أماليه" (66).
- والبيهقي في "القضاء والقدر" (60).

من طريق مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا، وَحَضَرَ رَمَضَانُ: "أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ، فِيهِ خَيْرٌ يَغْشَاكُمُ اللهُ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ فِيهَا الْخَطَايَا، وَيُسْتَحَبُّ فِيهَا الدَّعْوَةُ، يَنْظُرُ اللهُ إِلَى تَنَافُسِكُمْ وَيُبَاهِيكُمْ بِمَلَائِكَةٍ، فَأَرُوا اللهَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خَيْرًا، فَإِنَّ الشَّقِيَّ كُلَّ الشَّقِيِّ مَنْ حُرِمَ فِيهِ رَحْمَةَ اللهِ".

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت سند کے لحاظ سے انتہائی کمزور ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ہے محمد بن سعید المصلوب اس کے متعلق ائمہ محدثین کے اقوال بہت سخت ہیں.

اس روایت کو جب علامہ ہیثمی نے نقل کیا تو انہوں نے محمد بن ابی قیس کو مجہول قرار دیا.

والحديث أورده الهيثمي في "مجمع الزوائد" (4783) وقال: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي قَيْسٍ؛ وَلَمْ أَجِدْ مَنْ تَرْجَمَهُ.

لیکن حافظ ابن حجر نے وضاحت کی کہ یہ محمد بن سعید المصلوب ہی ہے.

قال الحافظ برهان الدين الناجي في "عجالة الإملاء" (822/2): وشيخنا الحافظ ابن حجر أفاد بخطه على حاشية نسخته بمجمع الهيثمي: أن محمداً المذكور هو المصلوب، وهو محمد بن سعيد بن حسان بن قيس الأسدي.

محمد بن سعيد الشّاميّ المصلوب:

اس راوی کے تقریبا ایک سو (۱۰۰) نام ذکر کئے گئے ہیں، چونکہ یہ جھوٹا راوی تھا اس لئے خود کو سند میں چھپانے کیلئے یہ ساری کوشش ہوتی تھی.

ذكره الحافظ ابن حجر في "التهذيب" (573-572/3): محمد بن سعيد بن حسَّان بن قيس الأسديُّ المصلوب، ويقال: محمد بن سعيد بن عبدالعزيز، ويقال: ابن أبي عُتبة، ويقال: ابن أبي قيس، ويقال: ابن أبي حسَّان، ويقال: ابن الطَّبريُّ، ويقال غير ذلك في نسبه. أبوعبدالرحمن، ويقال: أبوعبدالله، ويقال: أبوقيس، الشَّامي الدِّمشقي، ويقال: الأزديُّ.

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱. امام احمد کے بیٹے کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا راوی تھا، خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس کو عقیدہ زندقہ کے جرم میں قتل کروایا.

قال عبدالله بن أحمد، عن أبيه: قتله أبوجعفر المنصور في الزَّندقة، حديثه حديثٌ موضوع.

۲. امام أبو داود کہتے ہیں کہ امام أحمد کہتے تھے کہ یہ جان بوجھ کر جھوٹی روایات بناتا تھا.

وقال أبوداود، عن أحمد: عمداً كان يضع.

۳. امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایات چھوڑ دی گئیں.

وقال البخاريُّ: تُرِكَ حديثه.

۴. خالد بن یزید کہتے ہیں کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب کوئی بات اچھی ہوتی ہے تو میں اس کیلئے سند بنانے کو برا نہیں سمجھتا.

وقال دُحيم: سمعتُ خالد بن يزيد الأزرق يقول: سمعتُ محمد بن سعيد الأردنيُّ يقول: إذا كان الكلام حسناً لم أُبالِ أن أجعل له إسناداً.

۵. ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ روایات گھڑتا تھا، لہذا اس کی روایت نقل کرنا درست نہیں.

وقال ابن حِبَّان: كان يضع الحديث، لا يحلُّ ذكره إلاَّ على وجه القدح فيه.

٦. امام حاکم کہتے ہیں: اس بات میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ یہ راوی ساقط الاعتبار ہے.

وقال الحاكم: هو ساقطٌ لا خلاف بين أهل النَّقل فيه.

خلاصہ کلام

اس مضمون پر تو کچھ ضعیف روایات موجود ہیں لیکن سوال میں مذکور روایت سند کے لحاظ سے انتہائی کمزور، ناقابل بیان ہے، لہذا آپ علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرکے اسکو پھیلانا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

١٢ مئی ٢٠١٩ کراچی

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 202

نبوی گھرانے کی قربانی

سوال: مندرجہ ذیل واقعہ کی تحقیق مطلوب ہے:

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے گھر میں سب نے روزہ رکھا۔ حضرت فاطمہؓ کے دو چھوٹے بچوں نے بھی روزہ رکھا۔ مغرب کا وقت ہونے والا ہے، سب کے سب مصلہ بچھائے رو رو کر دعا مانگتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ دعا ختم کرکے گھر میں گئیں اور چار روٹیاں بنائیں، اس سے زیادہ اناج گھر میں نہیں ہے۔ پہلی روٹی اپنے شوہر علیؓ کے سامنے رکھ دی، دوسری روٹی اپنے بڑے بیٹے حسنؓ کے سامنے، تیسری روٹی اپنے چھوٹے بیٹے حسینؓ کے سامنے، اور چوتھی روٹی اپنے سامنے رکھ لی۔ مسجد نبوی میں اذان ہونے لگی، سب نے روٹی سے روزہ کھولا، مگر وہ فاطمہؓ تھیں جس نے آدھی روٹی کھائی اور آدھی روٹی دوپٹے سے باندھنے لگیں۔ یہ معاملہ حضرت علیؓ نے دیکھا تو کہا کہ اے فاطمہؓ! تمہیں بھوک نہیں لگی؟ ایک ہی تو روٹی ہے اُس میں سے بھی آدھی روٹی دوپٹے میں باندھ رہی ہو؟؟؟

فاطمہؓ نے کہا: اے علیؓ! ہو سکتا ہے کہ میرے بابا جان (محمد ﷺ) کو افطاری میں کچھ نہ ملا ہو، وہ بیٹی کیسے کھائے گی جس کے باپ نے کچھ نہیں کھایا ہو گا؟؟

فاطمہؓ دوپٹے میں روٹی باندھ کر چل پڑیں، اُدھر ہمارے نبی ﷺ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے، حضرت فاطمہؓ کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر حضور نے دریافت فرمایا: اے فاطمہؓ! تم اس وقت دروازے پر کیسے؟ فاطمہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اندر تو لے چلیں۔ حضرت فاطمہؓ کی آنکھ میں آنسو تھے، کہا جب افطار کی روٹی کھائی تو آپ کی یاد آگئی کہ شاید آپ نے کچھ نہ کھایا ہو۔ اس لیے آدھی روٹی دوپٹے سے باندھ کر لے آئی ہوں، روٹی دیکھ کر ہمارے نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا: اے فاطمہؓ! اچھا کیا جو روٹی لے آئی ورنہ چوتھی رات بھی تیرے بابا کی اسی حالت میں نکل جاتی، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رونے لگے۔۔ اللہ کے رسول ﷺ نے روٹی مانگی، فاطمہؓ نے کہا: بابا جان! آج میں خود اپنے ہاتھوں سے روٹی کھلاؤں گی، پھر اپنے ہاتھ سے کھلانے لگیں، جب روٹی ختم ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ فاطمہ! اب کیوں روتی ہو؟؟ کہا کہ ابا جان!! کل کیا ہو گا؟ کل کون کھلانے آئے گا؟ کل کیا میرے گھر میں چولھا جلے گا؟؟

کل کیا آپ کے گھر میں چولھا جلے گا؟؟

نبی ﷺ نے اپنا پیارا ہاتھ فاطمہؓ کے سر پہ رکھ کر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تو بھی صبر کرلے اور میں بھی صبر کرتا ہوں۔ ہمارے صبر سے اللہ تعالی اُمت کے گنہگاروں کو معاف کردے گا!! کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور واقعہ کہیں بھی موجود نہیں، نہ کسی صحیح حدیث میں، نہ کسی ضعیف روایات میں اور نہ ہی کسی من گھڑت واقعات میں اسکا ذکر ہے.

البتہ اس واقعے کو دو مختلف روایات سے جوڑ کر بنانے کی کوشش کی گئی ہے.

- **پہلا واقعہ:**

اس واقعے کو مختلف مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن اور حسین دونوں بیمار ہوگئے تو حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کی خادمہ نے منت مانی کہ اگر یہ دونوں بچے ٹھیک ہوگئے تو ہم تین دن کے روزے رکھیں گے، جب دونوں بچے ٹھیک ہوگئے تو تینوں نے روزہ رکھا اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا، حضرت علی نے ایک یہودی سے کچھ جَو ادھار لئے اور اس کو پیس کر کچھ روٹیاں پکائی گئیں، عین افطار کے وقت ایک مسکین نے صدا لگائی تو وہ ساری روٹیاں اس مسکین کو دے دیں، اگلے دن ایک یتیم نے صدا لگائی تو ساری روٹیاں اس یتیم کو دے دیں اور تیسرے دن ایک قیدی نے صدا لگائی تو ساری روٹیاں اس قیدی کو دے دیں.

فقد ذكره ابن الجوزي في الموضوعات من طريق أبي عبدالله السمرقندي، عن محمد بن كثير الكوفي، عن الأصبغ بن نباتة مرفوعا، قال: مرض الحسن والحسين رضي الله عنهما فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر، وعمر، فقال لعلي: يا أبا الحسن، أنذر إن عافى الله عزوجل ولديك أن تحدث لله عزوجل شكرا، فقال علي رضي الله عنه: إن عافى الله عزوجل ولدي صمت لله ثلاثة أيام شكرا، وقالت فاطمة مثل ذلك، وقالت جارية لهم سوداء نوبية: إن عافى الله سيدي صمت مع موالي ثلاثة أيام، فأصبحوا قد مسح الله ما بالغلامين وهم صيام، وليس عندهم قليل ولا كثير، فانطلق علي رضي الله عنه إلى رجل من اليهود، يقال له (جار بن شمر اليهودي) فقال

له: أسلفني ثلاثة آصع من شعير، وأعطني جزة صوف يغزلها لك بيت محمد صلى الله عليه وسلم قال: فأعطاه، فاحتمله علي تحت ثوبه، ودخل على فاطمة رضي الله عنها وقال: دونك فاغزلي هذا، وقامت الجارية إلى صاع الشعير فطحنته، وعجنته، فخبزت منه خمسة أقراص، وصلى علي رضي الله عنه المغرب مع النبي صلى الله عليه وسلم ورجع، فوضع الطعام بين يديه، وقعدوا ليفطروا، وإذا مسكين بالباب يقول: ياأهل بيت محمد! مسكين من مساكين المسلمين على بابكم، أطعموني أطعمكم الله على موائد الجنة، قال: فرفع علي يديه..... إلى آخره.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت من گھڑت روایات میں سے ہے اس لئے کہ اس کی سند میں اصبغ بن نباتۃ، محمد بن کثیر اور ابوعبداللہ السمرقندیا نتہائی کمزور راوی ہیں جن کے بارے میں محدثین کا کلام کافی سخت ہے:

۱. یحیی بن معین کہتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ کی کوئی حیثیت نہیں.

قال يحي بن معين: أصبغ بن نباتة لا يساوي شيئا.

۲. احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہم نے محمد بن کثیر کی روایات جلادی ہیں.

وقال أحمد بن حنبل: حرقنا حديث محمد بن كثير.

۳. عمرو بن علی کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین اور عبدالرحمن سے کبھی اصبغ کی روایات نہیں سنیں.

وقال عمرو بن علي: ما سمعت يحيى، ولا عبدالرحمن حدثا عن الأصبغ بن نباتة بشيء قط.

۴. ابونعیم کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش کہتے تھے کہ نباتہ من گھڑت روایات بنانے والا تھا.

وقال أبونعيم: قال أبوبكر بن عياش: الأصبغ بن نباتة وميثم من الكذابين.

۵. ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت علی کی محبت میں بہت عجیب چیزیں بیان کرتا تھا.

وقال أبوحاتم: فتن بحب علي بن أبي طالب رضي الله عنه فأتى بالطامات في الروايات، فاستحق من أجلها الترك.

اسی قصے کو علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ میں حکیم ترمذی کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے نوادر الاصول میں اس قصے کو نقل کیا ہے کہ یہ قصہ عجیب ہے جس کو دل نہیں مانتا.

أوردها السيوطي في "اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة". وقال: قال الحكيم الترمذي في نوادر الأصول: ومن الحديث الذي تنكره القلوب حديث رواه ليث، عن مجاهد، عن ابن عباس في قوله تعالى: {يوفون بالنذر ويخافون يوما كان شره مستطيرا○ ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما وأسيرا} [الدهر]. قال: مرض الحسن والحسين فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم.

علامہ ابن جوزی اور علامہ سیوطی دونوں نے اس واقعے کو من گھڑت قرار دیا ہے.

- **دوسرا واقعہ:**

ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ روٹی کا ٹکڑا گھر میں تھا تو میرے دل نے آپ کے بغیر اسکے کھانے کو گوارا نہ کیا، آپ علیہ السلام نے وہ ٹکڑا لیا اور فرمایا کہ تین دن کے بعد یہ پہلا لقمہ ہے جو تیرے باپ نے کھایا ہے.

حدیث مرفوع:

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْأَهْوَازِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوالْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوهَاشِمٍ صَاحِبُ الزَّعْفَرَانِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِكَسْرَةِ خُبْزٍ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا هَذِهِ الْكِسْرَةُ يَافَاطِمَةُ؟ قَالَتْ: قُرْصًا خَبَزْتُهُ وَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَتَيْتُكَ بِهَذِهِ الْكِسْرَةِ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ أَوَّلُ طَعَامٍ دَخَلَ فَمَ أَبِيكِ مُنْذُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے.

ضعيف.

- أخرجه ابن أبي الدنيا في "الجوع" (1/2).
- والطبراني في "الكبير" (2/37/1).
- وأبوالشيخ في "أخلاق النبي صلى الله عليه وسلم" (ص:298).
- والبيهقي في "الشعب" (10430/315/7) من طريق أبي الوليد الطيالسي.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعہ بظاہر ان دونوں واقعات کو ملا کر بنایا گیا ہے جن میں سے پہلا واقعہ من گھڑت اور دوسرا سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، لہذا سوال میں مذکور واقعے کو بیان کرنا اور آپ علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا درست نہیں. البتہ دوسرے واقعے کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جا سکتا ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۹ مئی ۲۰۱۹ کراچی

تنبیہات
متخصص فی الفقہ والعلوم الاسلامیہ
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
مفتی عبدالباقی اخونزادہ
Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 203

مینڈک کو قتل نہ کرنا

سوال: ایک بات سنی ہے کہ آپ علیہ السلام نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مینڈک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے کیلئے پانی لاتا تھا... اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

جن روایات میں مینڈک کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ روایات سند کے لحاظ سے (اپنے شواہد کے ساتھ) درست ہیں، اور آپ علیہ السلام سے مینڈک کو قتل نہ کرنے کا حکم ثابت ہے (محدثین کے اقوال کے اختلاف کے ساتھ)

● **روایت نمبر۱:**

آپ علیہ السلام نے پانچ چیزوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، مینڈک، صرد (چڑیا کی طرح ایک پرندہ)، اور ہدہد.

روى البيهقي في سننه عن سهل بن سعد الساعدي أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل خمسة: النملة والنحلة والضفدع والصرد والهدهد.

● **روایت نمبر۲:**

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ مینڈک کو قتل کرنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے.

روى البيهقي عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما قال: لا تقتلوا الضفادع فإن نقيقها تسبيح.

● **روایت نمبر۳:**

ایک طبیب نے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کیلئے آپ علیہ السلام سے اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا.

وما رواه أحمد أبوداود والنسائي والبيهقي بلفظه وصححه الحاكم ووافقه الذهبي والألباني عن عبدالرحمن بن عثمان القرشي رضي الله عنه قال: إن طبيبا سأل النبي

صلى الله عليه وسلم عن ضفدع يجعلها في دواء؟ فنهاه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتلها.

مینڈک کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرنا:

اس موضوع سے متعلق مختلف روایات منقول ہیں:

۱. پہلی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مینڈک کو امن دو کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے، اور تمام جانوروں نے ابراہیم علیہ السلام والی آگ کو بجھانے کی اجازت چاہی تو مینڈک کو ہی اجازت دی گئی.

١- أخبر أبوسعيد الشامي عن أبان عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أمنوا الضفدع فإن صوته الذي تسمعون تسبيح وتقديس وتكبير. إن البهائم استأذنت ربها في أن تطفئ النار عن إبراهيم فأذن للضفادع فتراكبت عليه فأبدلها الله بحر النار الماء".

۲. دوسری روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مینڈک کو برا مت کہو کہ اس کی آواز تسبیح ہے..... الخ

٢- أخبرنا أَبُوسعيد الشَّامي عَن أبان عَن أنس قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: لَا تسبوا الضفدع فَإِنَّ صَوته تَسْبِيح وتقديس وتكبير، إِن الْبَهَائِم اسْتَأْذَنت رَبهَا فِي أَن تُطْفِئ النَّار عَن إِبْرَاهِيم فَأذن للضفادع فتراكبت عَلَيْهِ فأبدلها الله بَحر النَّار برد المَاء.

۳. تیسری روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مینڈک ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھاتا تھا اور گرگٹ اس کو پھونک مار کر جلاتا تھا.

٣- حدث معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "كانت الضفدع تطفىء النار عن إبراهيم وكان الوزغ ينفخ فيه فنهي عن قتل هذا وأمر بقتل هذا".

۴. چوتھی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مینڈک کو قتل مت کرو کیونکہ یہ اللہ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ ذکر کرنے والی مخلوق ہے۔

٤- حدث سليمان بن أرقم عن الزهري عن ابن المسيب عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تقتلوا الضفادع فإنها من أكثر من خلقه الله ذكراً وأمر بقتل الوزغ في الحل والحرم".

ان روایات کی اسنادی حیثیت:

پہلی روایت کی سند:

اس روایت کی سند میں دو راوی کافی کمزور ہیں: ابو سعید الشامی اور ابان جس کی وجہ سے یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔

١- ذكره عبدالرزاق الصنعاني في مصنفه بإسناد شديد الوهن لأن أبان متروك، وأباسعيد الشامي وهو نفسه سعيد الوحاظي فإذا هو نفسه عبدالقدوس بن حبيب وهو مجروح.

دوسری روایت کی سند:

اس کی سند بھی بعینہ پہلی والی ہی سند ہے، لہذا یہ بھی ناقابل اعتبار ہے۔

٢- ذكره السيوطي في الدر المنثور بنفس الإسناد الواهي عند عبدالرزاق الصنعاني وبلفظ: "لا تقتلوا الضفادع" بدلا من "لا تسبوا".

تیسری روایت کی سند:

اس روایت کی سند پر محدثین کا کلام ہمیں نہیں مل سکا

بلکہ ایک تحقیقی ادارے نے لکھا ہے کہ محدثین کا کلام ہماری نظر سے نہیں گزرا

٣- هذا الحديث لم نقف على حكم أئمة الحديث عليه بصحة أو ضعف وإن كانوا قد تركوه فقد تركناه.

چوتھی روایت کی سند:

اس کی سند میں ایک راوی ہے سلیمان بن ارقم جس کو محدثین نے متروک قرار دیا ہے.

٤- ذكره إبن أبي حاتم في العلل قال: وسليمان بن أرقم متروك.

خلاصہ کلام

یہ بات تو درست ہے کہ آپ علیہ السلام نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، لیکن اس منع فرمانے کی وجہ مینڈک کا ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرنا ہے، یہ بات درست نہیں، کیونکہ جن روایات میں یہ بات مذکور ہے وہ تمام روایات سند کے لحاظ سے کافی کمزور ہیں، لہذا اس بات کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنے سے احتراز کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۱ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 204

دابۃ الارض کا نکلنا

سوال: ایک مولانا صاحب سے سنا ہے کہ قیامت کے قریب صفا پہاڑی سے ایک جانور نکلے گا، اسی لئے صفا کی پہاڑی کو باقی رکھا گیا ہے اور مروہ کی پہاڑی کو ختم کر دیا گیا ہے... اس بات کی وضاحت اور تحقیق فرما دیجئے.

الجواب باسمه تعالی

واضح رہے کہ قیامت کی علامات کبری (بڑی علامات) میں سے ایک دابۃ الارض کا نکلنا ہے.

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ [النمل: 82]

حدیث شریف:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین نشانیاں پائی جانے کے بعد کسی کا مسلمان ہونا فائدہ مند نہ ہوگا: سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال، دابۃ الارض.

روي أبوهريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «ثلاث إذا خرجن لا ينفع نفسًا إيمانها لم تكن آمنت من قبل أو كسبت في إيمانها خيرًا: طلوع الشمس من مغربها، والدجال، والدابة»

دابۃ الارض کیا ہے؟

اس کے متعلق بہت سارے اقوال ہیں:

ا. یہ جساسہ ہے.

دجال والی روایت کی جساسہ ہے.

وقال النووي (ت676ھ): وعن ابن عمرو بن العاص: أنها الجساسة المذكورة في حديث الدجال.

۲. یہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے.

وقال القرطبي (ت671ھ) عن القول بأن الدابة هي فصيل ناقة صالح بأنه أول الأقوال وأصحها؛ ولهذا قرره واستدل له.

۳. یہ کعبے کا نگران سانپ ہے.

الثعبان المشرف على جدار الكعبة: حين أرادت قريش بناءها فأرسل الله طائرًا فغرز مخالبه في قفا الثعبان، ثم انطلق به حتى رماه في أجياد وقيل في الحجون.

- فقد حكى محمد بن الحسن المقري النقاش (ت351ھ) عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما، أنه قال: إن ذلك الثعبان هو دابة الأرض التي تخرج في آخر الزمان. [63]

۴. یہ ایک مناظر انسان ہو گا.

وقيل: إن الدابة إنسان ناطق متكلم، يناظر أهل البدع ويراجع الكفار.

واستدل من قال بهذا القول بقوله تعالى: ﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ ففهم أن الكلام لا يصدر إلا من إنسان (65).

واستدل أيضًا بما يروى عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه سئل عن الدابة فقال: أما والله ما لها ذنب وإن لها للحية. (66) قال السمعاني (ت489ھ) بعد أن نقل ما يروى عن علي.

۵. یہ ایک جانور ہو گا.

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ دابہ میں ہر رنگ کا حصہ ہو گا اور اس کے سینگوں کے درمیان کافی فاصلہ ہو گا

ذكر ابن أبي حاتم أن أبا هريرة رضي الله عنه قال: (إن الدابة فيها من كل لون، ما بين قرنيها فرسخ للراكب).

ابن زبیر رضی سے بھی اس کے جسم کے بارے میں یہی قول وارد ہے کہ وہ جانور کی طرح کا ہے

وعن ابن الزبير رضي الله عنه أنه قال: رأسها رأس ثور وعينها عين خنزير، وأذنها أذن فيل، وقرنها قرن أيل، وعنقها عنق نعامة، وصدرها صدر أسد، ولونها لون نمر، وخاصرتها خاصرة هر، وذنبها ذنب كبش، وقوائمها قوائم بعير، بين كل مفصلين اثنا عشر ذراعاً، تخرج معها عصا موسى، وخاتم سليمان، فلا يبقى مؤمن إلا نكتت في

وجهه نكتة بيضاء فتفشو في وجهه حتى يبيض وجهه ولا كافر إلا نكتت في وجهه نكتة سوداء بخاتم سليمان فتفشو تلك النكتة السوداء حتى يسود لها وجهه.

اس بارے میں صحیح قول:

۱. امام رازی کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی صحیح روایات ہوں تو اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ نہیں.

ذكر الرازي (ت604هـ) جملة مما نقل في أوصافها وأخبارها قال: واعلم أنه لا دلالة في الكتاب على شيء من هذه الأمور؛ فإن صح الخبر فيه عن الرسول صلى الله عليه وسلم قبل، وإلا لم يلتفت إليه. (133)

۲. امام ابوحیان لکھتے ہیں کہ دابۃ الارض کے بارے میں شدید اختلاف ہے، لہذا اس اختلاف کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے.

وقال أبوحيان (ت754هـ): واختلفوا في ماهيتها، وشكلها.. ومقدار ما يخرج منها.. اختلافًا مضطربًا، معارضًا بعضه بعضًا، ويكذب بعضه بعضًا، فاطرحنا ذكره، لأن نقله تسويد للورق بما لا يصح، وتضييع لزمان نقله. (134)

۳. علامہ آلوسی بھی ان امور میں بحث کو لاحاصل قرار دیتے ہیں.

وبعد أن نقل الألوسي (ت1270هـ) كلام أبي حيان السابق قال: وهو كلام حق، وأنا إنما نقلت بعض ذلك دفعًا لشهوة من يحب الاطلاع على شيء من أخبارها، صدقًا كان أو كذبًا (135) بل الأولى دفع الخوض في الأمور الغيبية فيما لم يثبت.

۴. علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ دابۃ الارض کا نکلنا توحق ہے، باقی امور میں بحث مباحثہ لاحاصل ہے.

وبعد أن ذكر الشوكاني (ت1250هـ) ما قيل في أوصافها. قال: وقيل غير ذلك مما لا فائدة في التطويل بذكره.. وأما كونها تخرج، وكونها من علامات الساعة فالأحاديث الواردة في ذلك صحيحة (136).

دابۃ الارض کہاں سے نکلے گا؟

اس کے متعلق بہت سارے اقوال ہیں:

۱. پہلا قول:

صفا کی پہاڑی سے نکلے گا.

١. أنها تخرج من جبل الصفا.

قال القرطبي: واختلف من أي موضع تخرج؟ فقال عبدالله بن عمر: تخرج من جبل الصفا بمكة، يتصدع فتخرج منه، وقال عبدالله بن عمرو نحوه، قال: لو شئت أن أضعَ قدمي على موضع خروجها لفعلتُ.

۲. دوسرا قول:

مسجد حرام سے نکلے گا.

۲. ومما يدل على خروجها من أعظم المساجد، ما أخرجه الطبراني في الأوسط عن حُذَيفة بن أَسِيد، أراه رفعه قال: تخرج الدابةُ من أعظم المساجد، فبينا هم إذ دبت الأرضُ، فبينا هم كذلك إذ تصدعت، قال ابن عيينة: تخرج حين يسوي الإمام الجمع، وإنما جعل سابقًا ليخبر الناس أن الدابةَ لم تخرج.

قال محمد صديق حسن خان: وهو المشهور.

۳. تیسرا قول:

دابة الارض تین بار نکلے گا.

پہلے مکہ سے دور نکلے گا پھر مکہ کے قریب نکلے گا اور پھر مسجد حرام سے نکلے گا.

۳. أخرج الطيالسي عن طلحة بن عمرو، وجرير بن حازم، فأما طلحة فقال: أخبرني عبدالله بن عبيد بن عمير الليثي: أن أبا الطفيل حدثه، عن حذيفة بن أسيد الغفاري أبو سريحة، وأما جرير فقال عن عبدالله بن عمير، عن رجل من آل عبدالله بن مسعود، وحديث طلحة أتم وأحسن، قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدابة فقال: «لها ثلاث خرجات من الدهر؛ فتخرج في أقصى البادية، ولا يدخل ذكرها القرية» يعني مكة «ثم تكمن زمانًا طويلا ثم تخرج خرجة أخرى دون ذلك، فيعلو ذكرها في أهل البادية، ويدخل ذكرها القرية» يعني مكة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ثم بينما الناس في أعظم المساجد على الله حرمة، وخيرها وأكرمها: المسجد الحرام، لم يرعهم إلا وهي ترغو (160) بين الركن والمقام؛ تنفض عن رأسها التراب، فارفض الناس عنها شتى ومعًا.

وثبت عصابة من المؤمنين، وعرفوا أنهم لن يعجزوا الله، فبدأت بهم، فجلت وجوههم حتى تجعلها كأنها الكوكب الدري، وولت في الأرض؛ لا يدركها طالب، ولا ينجو منها هارب...» الحديث.

اسی قول کو علامہ سخاوی اور علامہ صدیق حسن خان نے پسند کیا ہے.

۴. چوتھا قول:

جیاد (موجودہ اَجیاد) کی پہاڑیوں سے نکلے گا.

٤. قال أبو الظفر السمعاني (ت489ھ): وفي بعض المسانيد عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "بئس الشعب شعب جياد، قيل: ولم يارسول الله؟ قال: تخرج منه الدابة، وتصرخ ثلاث صرخات، يسمعها من بين الخافقين".

- ويروى عن عائشة رضي الله عنه أنها قالت: الدابة تخرج من أجياد.

۵. پانچواں قول:

صفا اور اُجیاد کے درمیان نکلے گا.

٥. ويروى عن عبدالله بن عمرو بن العاص، أيضًا، أنه قال: تخرج الدابة بأجياد، مما يلي الصفا.

٦. چھٹا قول:

جبل ابی قبیس سے نکلے گا.

٦. قال الشوكاني (ت1250ھ): وقيل: تخرج من جبل أبي قبيس.

۷. ساتواں قول:

طائف سے نکلے گا.

٧. ومما قيل في مكان خروجها، أنها تخرج من أرض الطائف، كما روي أن عبدالله بن عمرو ضرب أرض الطائف برجله، وقال: من هنا تخرج الدابة التي تكلم الناس.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
www.tambeehat.com

دابۃ الارض کا کام کیا ہوگا؟

یہ جانور مؤمن پر ایمان کا نشان لگائے گا اور کافر پر کفر کے نشان جس سے لوگ ایک دوسرے کو پہچان رہے ہونگے کہ کون کافر ہے اور کون مسلمان.

قال ابن كثير: وعن ابن عباس: تكلمهم: تجرَحُهم، يعني تكتب على جبين الكافر: (كافر)، وعلى جبين المؤمن: (مؤمن)، ومنه تخاطبهم، وتخرجهم، وهذا القول ينتظم من مذهبين، وهو قوي حسن جامع، والله تعالى أعلم.

خلاصہ کلام

دابۃ الارض کا نکلنا ایک ثابت حقیقت ہے جس کو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے، لیکن اس کی شکل اور اس کی نوعیت وغیرہ کے بارے میں قرآن و حدیث خاموش ہیں، لہذا ان امور کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۲ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 205

مختلف لوگوں کے مختلف حج

سوال: کیا ایسی کوئی روایت ہے جس میں یہ آیا ہو کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ جسمیں امراء کا حج سیر و تفریح کے لئے ہوگا اور فقراء کا حج سوال کے لئے ہوگا... اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت مختلف کتب میں وارد ہوئی ہے، جیسے خطیب کی تاریخ بغداد وغیرہ۔

حدیث: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری امت کے مالدار لوگ سیر و تفریح کیلئے حج کرینگے، اور متوسط (طبقے کے) لوگ تجارت کیلئے، علماء ریاء اور شہرت کیلئے اور فقراء سوال کی غرض سے حج کرینگے۔

وقد رواه الخطيب في تاريخ بغداد (296/10) ومن طريقه ابن الجوزي في العلل المتناهية (565/2) عن عبدالله بن أحمد المعروف بابن حمدية، عن أبي القاسم عبدالرحمن بن الحسن السرخسي حدثني إسماعيل بن جميع قال: حدثنا مغيث ابن أحمد بن فرقد السبخي، حدثني سليمان بن أبي عبدالرحمن، عن مخلد بن عبدالرحمن الأندلسي، عن محمد بن عطاء الدلهي، عن جعفر (يعني بن سليمان)، قال: حدثنا ثابت، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأتي على الناس زمان يحج أغنياء أمتي للنزهة، وأوساطهم للتجارة، وقراؤهم للرياء والسمعة وفقراؤهم للمسألة.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت دوسندوں سے منقول ہے:

۱. اس روایت کی پہلی سند خطیب بغدادی کی ہے.

قال الخطيب البغدادي: عبدالرحمن بن الحسن أبو القاسم السرخسي حدثنا عبدالله بن أحمد بن عبدالله المعروف بابن حمدويه حدثنا أبو القاسم عبدالرحمن بن الحسن السرخسي قدم علينا الحج قال حدثني إسماعيل بن جميع قال حدثنا مغيث بن

أحمد عن فرقد السبخي حدثني سليمان بن عبدالرحمن عن مخلد بن عبدالرحمن الأندلسي عن محمد بن عطاء الدلهي عن جعفر يعني بن سليمان قال حدثنا ثابت عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأتي على الناس زمان يحج أغنياء أمتي للنزهة وأوساطهم للتجارة وقراؤهم للرياء والسمعة وفقراؤهم للمسئلة. (تاريخ بغداد:296/10)

۱. اس روایت کے متعلق علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں کیونکہ اس کے اکثر راوی مجهول ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا.

قال ابن الجوزي: حديث في اختلاف النيات في الحج.

حدثنا مغيث بن احمد السبخي قال حدثني سليمان ابن أبي عبدالرحمن عن مخلد بن عبدالرحمن الاندلسي عن محمد بن عطاء عن جعفر يعني ابن سليمان قال نا ثابت يروي عن بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يأتي على الناس زمان يحج أغنياء أمتي للنزهة وأوساطهم للتجارة وقراؤهم للرياء والسمعة وفقراؤهم للمسألة".

قال المؤلف: هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأكثر رواته مجاهيل لا يعرفون. (العلل المتناهية:73/2).

۲. علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں اندھیرے (یعنی راوی نامعلوم افراد) ہیں.

وقال الذهبي باطل، وسنده ظلمات إلى جعفر بن سليمان، عن ثابت، عن أنس.

۳. علامہ البانی نے بھی اس سند کو مظلم قرار دیا ہے.

والحديث اخرجه العلامة الألباني في السلسلة الضعيفة (3 :212: 1093) وقال: بعد أن خرجه من طريق الخطيب وابن الجوزي، وهذا إسناد مظلم، كل من دون جعفر بن سليمان لم أجد له ترجمة سوى شيخ الخطيب عبدالرحمن بن الحسن.

۲. اس روایت کی دوسری سند دیلمی کی ہے.

الديلمي في مسنده من طريق عبدالرحمن بن قريش عن محمد بن عبدالله بن خالد البلخي عن صالح بن محمد عن جعفر بن سليمان.

اس سند کے ایک راوی عبدالرحمن بن قریش الہروی بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ان پر روایات گھڑنے کی تہمت ہے *

4669- عبد الرحمن بن قريش بن خزيمة [أَبُو نعيم].

هروي سكن بغداد.

قال الذہبی

اتهمه السليماني بوضع الحديث،

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اسکی روایات میں عجیب وغریب باتیں ہوتی ہیں لیکن ہم نے ان سے خیر ہی سنا ہے

وقد ذكره الخطيب في تاريخه وقال: روى، عَن مُحَمد بن إسماعيل الصائغ وأصرم بن مالك وجماعة.

قال الخطيب: في حديثه أفراد وغرائب ولم نسمع عنه إلا خيرا.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور روایت کی کوئی بھی سند درست نہیں، لہذا آپ علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخوانزادہ

۱۵ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 206

یوسف علیہ السلام اور سزا

سوال: محترم مفتی صاحب!

مولانا طارق جمیل صاحب نے ایک بیان میں فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو جیل میں لے جانے سے پہلے گدھے پر سوار کیا گیا اور ان کا منہ کالا کیا گیا... کیا یہ بات درست ہے؟ اس کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمه تعالی

اس سوال کے جواب میں کچھ امور کو سمجھنا ضروری ہے:

۱. پہلی بات:

کیا یوسف علیہ السلام کو گدھے پر سوار کر کے ان کا منہ کالا کیا گیا تھا؟

اس واقعے کو جتنی تفاسیر میں نقل کیا گیا ان تمام تفاسیر میں یوسف علیہ السلام کو صرف گدھے پر سوار کرنے اور ڈھنڈورا پیٹنے کا ذکر ہے، کسی بھی تفسیر میں منہ کالا کرنے کا ذکر نہیں.

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب عزیز مصر کو یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا یقین ہو گیا تو اس نے سوچا کہ یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصے کیلئے جیل میں ڈال کر ان باتوں کے تذکروں کو ختم کیا جائے، اسلئے اس نے ان کو جیل میں ڈلوانے کا فیصلہ کیا اور ان کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرا کر جیل لے جایا گیا۔ بعض تفاسیر میں ڈھنڈورا پیٹنے کا ذکر ہے.

وظهر للعزيز وأهل مشورته من بعد ما رأوا علامات براءة يوسف من قد القميص من دبر وشهادة الشاهد وتقطيع النساء ايديهن وقلة صبرهن عن لقاء يوسف أن يسجنوه كتمانا للقصة ألا تشيع فى العامة ولانقطاع ما شاع فى المدينة وللحيلولة بينه وبينها {ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّه حَتَّىٰ حِينٍ} [يوسف: ٣٥]

فظهر لهم من الرأى بعد ما علموا براءة يوسف أن يسجنوه إلى وقت ليكون ذلك أقلّ لكلام الناس فى تلك القضية، وأخمد لأمرها وليظهروا أنه راودها عن نفسها، فسجن

بسببها، فسجنوه ظلمًا وعدوانًا وكان هذا مما قدّر الله له، ومن جملة ما عصمه به فإنه أبعد له عن معاشرتهم ومخالطتهم.

{لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّى حِينٍ} قَالَ الْكَلْبِيُّ: بَلَغَنَا أَنَّهَا قَالَتْ لِزَوْجِهَا: صَدَّقْتَهُ وَكَذَّبْتَنِي، وَفَضَحْتَنِي فِي الْمَدِينَةِ، فَأَنَا غَيْرُ سَاعِيَةٍ فِي رِضَاكَ إِنْ لَمْ تَسْجُنْ يُوسُفَ، وَتُسَمِّعْ بِهِ وَتَعْذُرْنِي؛ فَأَمَرَ بِيُوسُفَ يُحْمَلُ عَلَى حِمَارٍ، ثُمَّ ضُرِبَ بِالطَّبْلِ: هَذَا يُوسُفُ الْعِبْرَانِيُّ، أَرَادَ سَيِّدَتَهُ عَلَى نَفْسِهَا فَطَوَّفَ بِهِ أَسْوَاقَ مِصْرَ كُلِّهَا، ثُمَّ أُدْخِلَ السِّجْنَ. {سُورَة يُوسُف:36}

۲. دوسری بات:

<u>کیا انبیاء علیہم السلام پر آنے والے ایسے احوال کو بیان کیا جانا چاہیئے؟</u>

شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ متوفی 1376ھ سورہ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سورہ یوسف کی ابتداء میں فرمادیا کہ ہم احسن القصص بیان کرنے لگے ہیں اور پھر تفصیل سے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا، گویا اللہ تبارک وتعالی نے خود ہی قصہ مکمل فرمادیا.

اب کوئی شخص اسرائیلی روایتوں کے ذریعے یہ چاہتا ہے کہ گویا قرآنی قصے کو مکمل کرے. جبکہ ان اسرائیلیات کا حال یہ ہے کہ ان کا صحیح اور غلط ہونا معلوم نہیں، نہ کوئی سند نہ ہی کوئی راوی، بلکہ اکثر روایات جھوٹ پر مبنی ہیں، اور تفاسیر نے اس سورت کی ایسی بے شمار من گھڑت روایات کو نقل کیا ہے، لہذا ان قصے کہانیوں کو ترک کرکے محض خدائے رب العزت کے بیان پر اکتفاء کرے.

وإليك كلاماً نفيساً ذكره الشيخ السعدي رحمه الله في تفسيره في بداية سورة يوسف، فقال رحمه الله: واعلم أن الله ذكر أنه يقص على رسوله أحسن القصص في هذا الكتاب، ثم ذكر هذه القصة وبسطها، وذكر ما جرى فيها، فعلم بذلك أنها قصة تامة كاملة حسنة، فمن أراد أن يكملها أو يحسنها بما يذكر في الإسرائيليات التي لا يعرف لها سند ولا ناقل وأغلبها كذب، فهو مستدرك على الله، ومكمل لشيء يزعم أنه ناقص، وحسبك بأمر ينتهي إلى هذا الحد قبحاً، فإن تضاعيف هذه السورة قد ملئت في كثير من التفاسير، من الأكاذيب والأمور الشنيعة المناقضة لما قصه الله تعالى بشيء كثير، فعلى العبد أن يفهم عن الله ما قصه، ويدع ما سوى ذلك مما ليس عن النبي صلى الله عليه وسلم ينقل.

- **اسرائیلیات کی اقسام اور ان کا کتب تفسیر میں موجود ہونا:**

اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

۱. وہ اسرائیلیات جن کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہوتی ہو.

ان اسرائیلیات کو قبول کیا جائے گا.

الأول: ما يوافق القرآن، فهذا نصدقه ونحدث به.

۲. وہ اسرائیلیات جن کی تکذیب قرآن وحدیث سے ہوتی ہو.

ان اسرائیلیات کو رد کیا جائے گا.

الثاني: ما يكذبه القرآن، فهذا يجب علينا تكذيبه.

۳. وہ اسرائیلیات جن کی قرآن وحدیث سے نہ تصدیق ہوتی ہو نہ تکذیب.

ایسی اسرائیلیات کو سچا یا جھوٹا کہے بغیر ان کو صرف بطور دلیل ذکر کیا جائے گا، حدیث میں ایسی ہی روایات کی اجازت ہے.

الثالث: أخبار لم يكذبها القرآن ولم يصدقها، فهذه نحدث بها على جهة الاستئناس بها، مع عدم تصديقها أو تكذيبها، بل نقول: آمنا بالذي أنزل إلينا وأنزل إليكم. ويدل على هذا قول النبي صلى الله عليه وسلم: وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج. (رواه البخاري وغيره).

اکثر مفسرین نے ایسی ہی روایات نقل کی ہیں، لیکن بعض مفسرین نے ایسی روایات بھی نقل کیں جس کی نسبت اللہ تبارک وتعالی اور اس کے انبیائے کرام کی طرف کرنا ان کی شان کے خلاف ہے.

ومن هذا المنطلق أورد كثير من المفسرين الإسرائيليات في كتبهم باعتبارها من القسم المأذون فيه، إلا أن بعضهم قد توسع في ذلك، فأدخل ما لا تليق نسبته إلى الله عزوجل أو إلى انبيائه. (مختصر ومزيد مقدمه ابن كثير)

- **اسرائیلیات کا تفاسیر پر اثر:**

اسرائیلیات کا تفاسیر پر بہت برا اثر ہوا کہ من گھڑت قصے اور جھوٹی خبریں ان تفاسیر میں جمع ہو گئیں اور متاخرین مفسرین کو ان کا رد کرنا پڑ گیا.

وقد كان لهذه الإسرائيليات أثر سيء في التفسير، إذ أدخلت فيه كثيرا من القصص الخيالي المخترع، والأخبار المكذوبة، وهذا ما دفع العلماء لمقاومتها، وإخضاعها لمعايير نقد الرواية، وموازين الشريعة لتمييز المقبول من المردود.

- **اسرائیلیات کو کتب میں جگہ کیسے ملی؟**

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اسرائیلی روایات سے متقدمین کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن یہ روایات صحیح غلط ہر طرح کے امور پر مشتمل ہیں، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عرب پڑھے لکھے لوگ نہ تھے، لہذا جب ان کو امور سابقہ کے بارے میں کسی بات کا پوچھنا ہوتا تو یہ لوگ یہود اور نصاری میں سے مسلمان ہونے والے لوگوں سے پوچھ لیتے تھے.

أورد ابن خلدون في مقدمته أسباب الاستكثار من المرويات الإسرائيلية فقال: وقد جمع المتقدمون في ذلك يعني التفسير النقلي وأوعوا، إلا أن كتبهم ومنقولاتهم تشتمل على الغث والسمين، والمقبول والمردود؛ والسبب في ذلك أن العرب لم يكونوا أهل كتاب ولا علم، وإنما غلبت عليهم البداوة والأمية، وإذا تشوقوا إلى معرفة شيء مما تتشوق إليه النفوس البشرية في أسباب المكونات، وبدء الخليقة، وأسرار الوجود، فإنما يسألون عنها أهل الكتاب قبلهم، ويستفيدونه منهم، وهم أهل التوراة من اليهود ومن تبع دينهم من النصارى.

انبیاء علیہم السلام پر آنے والے احوال کی حکمت:

علامہ ابن القیم کہتے ہیں کہ انبیائے کرام پر آنے والے مصائب کا سبب ان کو درجات کمال تک پہنچانا اور بعد میں آنے والی امتوں کو تسلی دینا ہے کہ جب انبیائے کرام پر مصائب آئے ہیں تو ان پر بھی آسکتے ہیں.

قال ابن القيم في "بدائع الفوائد" (452/2): فإنه سبحانه كما يحمي الأنبياء ويصونهم ويحفظهم ويتولاهم فيبتليهم بما شاء من أذى الكفار لهم:

١- ليستوجبوا كمال كرامته.

٢- وليتسلى بهم من بعدهم من أممهم وخلفائهم إذا أوذوا من الناس فرأوا ما جرى على الرسل والأنبياء صبروا ورضوا وتأسوا بهم.

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ یہ وہ راستہ ہے جس میں آدم علیہ السلام تھک گئے، نوح علیہ السلام رو پڑے، ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا، اسماعیل ذبح کیلئے لٹائے گئے، یوسف کو چند سکّوں کی خاطر بیچا گیا اور جیل میں ڈالا گیا.

قال ابن القيم في الفوائد (ص:42): الطريق طريقٌ تعِب فيه آدم، وناح لأجله نوح، ورُمي في النار الخليل، وأُضْجع للذبح إسماعيل، وبيع يوسف بثمن بخس ولبث في السجن بضع سنين، ونُشر بالمنشار زكريا، وذُبح السيد الحصور يحيى، وقاسى الضرَّ أيوب... وعالج الفقر وأنواع الأذى محمد صلى الله عليه وسلم.

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام پر زیادہ حالات کے آنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ حضرات عظیم صبر، محاسبہ نفس سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ جانتے ہیں کہ یہ مصائب خدائے پاک کی نعمتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور اس پر راضی رہتے ہیں.

قال الإمام النووي رحمه الله: قال العلماء: والحكمة في كون الأنبياء أشد بلاء ثم الأمثل فالأمثل، أنهم مخصوصون بكمال الصبر، وصحة الاحتساب، ومعرفة أن ذلك نعمة من الله تعالى، ليتمّ لهم الخير ويضاعف لهم الأجر ويظهر صبرهم ورضاهم. (الشرح على صحيح مسلم:129/16)

خلاصہ کلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کو کالا کرنے والی بات باوجود تلاش بسیار کے ہمیں نہ مل سکی، اگر بالفرض یہ کسی تفسیر میں اسرائیلی روایات سے منقول بھی ہو تب بھی اس کو یوں مجمع میں بیان کرنا ہرگز درست نہیں کیونکہ اس سے ایک عظیم المرتبت نبی کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے، جبکہ اللہ تبارک وتعالی اپنے انبیائے کرام پر مصائب اور حالات ان کو رسوا کرنے کیلئے نہیں لاتے تھے بلکہ انکو سرخرو کرنے کیلئے ان پر ایسے حالات بھیجے جاتے تھے.

ایسے واقعات کو بیان کرنا اور ان کی نسبت جلیل القدر انبیائے کرام کی طرف کرنا بلکل درست نہیں، لہذا اس سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۶ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 207

بچوں کا گلیوں میں کھیلنا

سوال: ایک شخص عبقری کی یہ پوسٹ سامنے آئی ہے کہ بچوں میں بغاوت، بیماریاں، تکالیف، مشکلات اور مسائل کی ایک وجہ گلیوں میں کھیلنا بھی ہے، اس لئے بچوں کو گلیوں میں مت کھیلنے دیں.

میرے آقا کا فرمان ہے کہ "گلیوں میں بلائیں نکلتی ہیں "لہذا بچوں کو ہر جگہ کھلائیں لیکن گلیوں میں نہیں، یہ میری زندگی کا نچوڑ ہے... کیا یہ بات درست ہے؟ اور کیا ایسی کوئی روایت موجود ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اس سوال کے جواب میں چند امور کو ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

۱. سوال میں مذکور روایت کا حکم.

۲. گلی میں بچوں کا کھیلنا.

۳. عبقری کا فتنہ.

سوال میں مذکور روایت کا حکم:

عبقری نے جس روایت کو بیان کیا ہے یہ روایت کسی بھی صحیح، ضعیف حتی کہ من گھڑت روایات کی بھی کسی کتاب میں موجود نہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ عبقری کی گھڑی ہوئی کہانی ہے تو غلط نہ ہو گا.

گلی میں بچوں کا کھیلنا:

صحیح روایات سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام کے زمانے میں بچے گلیوں میں کھیلا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام نے کبھی کسی بچے کو گلی میں کھیلنے سے منع نہیں فرمایا.

حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے مجھے ایک کام سے بھیجا اور میرا گزر کچھ بچوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے اتنے میں آپ علیہ السلام تشریف لائے الخ.

وعن أنس رضي الله عنه قال: ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مِن أحسن النَّاس خُلُقًا، فأرسلني يومًا لحاجة، فقلت: والله لا أذهب، وفي نفسي أن أذهب لما أمرني به نبيُّ الله صلَّى الله عليه وعلى آله وسلَّم، قال: فخرجت حتى أمرَّ على صبيان وهم يلعبون في السُّوق، فإذا رسول الله صلَّى الله عليه وآله وسلَّم، قابضٌ بقفاي مِن ورائي، فنظرت إليه وهو يضحك، فقال: يا أنيس! اذهب حيث أمرتك، قلت: نعم، أنا أذهب يا رسول الله. قال أنس: والله لقد خدمته سبع سنين أو تسع سنين ما علمت قال لشيء صنعتُ: لم فعلتَ كذا وكذا؟ ولا لشيء تركتُ: هلَّا فعلتَ كذا وكذا؟

ایک صحابی کہتے ہیں کہ وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ایک دعوت کیلئے نکلے تو دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ ایک گلی میں کھیل رہے تھے، آپ علیہ السلام آگے بڑھے اور اپنی بانہیں پھیلادیں، حسین رضی اللہ عنہ ایک طرف سے دوسری طرف بھاگ رہے تھے اور آپ علیہ السلام ان کو ہنسا رہے تھے، پھر آپ علیہ السلام نے ان کو پکڑا اور فرمایا: حسین مجھ سے ہے، اللہ تعالی اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔

أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى طَعَامٍ دُعُوا لَهُ فَإِذَا حُسَيْنٌ يَلْعَبُ فِي السِّكَّةِ قَالَ: فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَامَ الْقَوْمِ وَبَسَطَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ الْغُلَامُ يَفِرُّ هَا هُنَا وَهَا هُنَا وَيُضَاحِكُهُ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهُ فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ تَحْتَ ذَقْنِهِ وَالْأُخْرَى فِي فَأْسِ رَأْسِهِ فَقَبَّلَهُ وَقَالَ: حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ الله مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنْ الْأَسْبَاطِ.

بچوں کے گھر سے نکلنے کے ممنوع اوقات:

صحیح روایات میں وارد ہے کہ آپ علیہ السلام نے رات کا اندھیرا پھیلتے وقت بچوں کو گھر میں روکنے کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ یہ شیطانوں کے پھیلنے کا وقت ہوتا ہے، البتہ کچھ دیر بعد وہ گھر سے نکل سکتے ہیں۔

فقد قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ. (الحديث رواه البخاري ومسلم).

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کا اندھیرا پھیلنے کا وقت ہے۔

قال النووي في شرح صحيح مسلم: قَوْله: جُنْح اللَّيْل هُوَ ظَلَامه، وَيُقَال: أَجْنَحَ اللَّيْل أَيْ: أَقْبَلَ ظَلَامه. فَكُفُّوا صِبْيَانكُمْ أَيْ: اِمْنَعُوهُمْ مِنَ الْخُرُوج ذَلِكَ الْوَقْت.

علامہ الشبیھی فرماتے ہیں کہ یہ سورج غروب ہونے کا وقت مراد ہے۔

وقال الشبيهي الإدريسي في الفجر الساطع على الصحيح الجامع: إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ: أي أوله عند غروب الشمس.

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب سورج غروب ہورہا ہو تو بچوں کو اور جانوروں کو گھر میں روکے رکھو یہاں تک کہ کچھ رات گذر جائے کیونکہ اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں۔

لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا غَابَتْ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْبَعِثُ إِذَا غَابَتْ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ. (رواه مسلم).

امام نووی فرماتے ہیں کہ ممانعت ہر طرح کے جانور اور انسانوں کیلئے ہے۔ اور یہ ممانعت صرف مغرب اور عشاء کے درمیان کے وقت کیلئے ہے۔

قال النووي: الْفَوَاشِي كُلّ مُنْتَشِر مِنْ الْمَال كَالْإِبِلِ وَالْغَنَم وَسَائِر الْبَهَائِم وَغَيْرهَا، وَفَحْمَة الْعِشَاء ظُلْمَتهَا وَسَوَادهَا، وَفَسَّرَهَا بَعْضهمْ هُنَا بِإِقْبَالِهِ وَأَوَّل ظَلَامه، وَكَذَا ذَكَرَهُ صَاحِب نِهَايَة الْغَرِيب، قَالَ: وَيُقَال لِلظُّلْمَةِ الَّتِي بَيْن صَلَاتَيْ الْمَغْرِب وَالْعِشَاء: الْفَحْمَة، وَلِلَّتِي بَيْن الْعِشَاء وَالْفَجْر الْعَسْعَسَة.

☆ بچوں کو مغرب کے وقت گھر سے نہ نکلنے دینے کا حکم فرض یا واجب درجے کا نہیں، بلکہ آپ علیہ السلام کا اپنی امت کیلئے پیار بھرا مشورہ ہے۔

فعلى هذا، يبدأ وقت المنع من غروب الشمس حتى دخول وقت صلاة العشاء، فإذا ذهب هذا الوقت فلا حرج في خروج الأطفال، وهذه الأوامر الواردة في الحديث محمولة على الندب والإرشاد عند أكثر العلماء، كما نص عليه جماعة من أهل العلم، منهم: ابن مفلح في الفروع، والحافظ ابن حجر في فتح الباري.

عبقری کا فتنہ:

گذشتہ دو سالوں میں حکیم طارق محمود (المعروف عبقری، المعروف شیخ الوظائف وغیرہ وغیرہ) سے بندہ کی دو ملاقاتیں ہوئی ہیں اور ان دونوں ملاقاتوں میں بندہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ کے یہاں من گھڑت روایات کا بہت استعمال ہے، خدارا ان سے اجتناب کریں کہ اس کی بہت سخت وعیدیں ہیں، لیکن یہ باز نہیں آئے، اور اب اس روایت کو بیان کرکے اس شخص عبقری

نے یہ قدم اٹھایا کہ اس نے اپنی طرف سے احادیث میں تصرف کر کے صحیح روایات میں سے ایک غلط مفہوم نکال کر من گھڑت روایات بنانے کی بنیاد رکھ لی ہے (اللہ تعالی ان کی ہدایت نصیب فرمائے)

جو کہ ایک بہت عظیم فتنے کی بنیاد ہے... اللہ تبارک وتعالی اس کے فتنے سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور روایت بلکل من گھڑت اور صحیح روایات کے مفہوم کو توڑ کر بنائی گئی ہے، اس بنانے والے کو اللہ تبارک وتعالی کے دربار میں علانیہ توبہ کرنی چاہیئے. تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس عبقری نامی فتنے سے اور اس کے وظائف اور کہانیوں سے دور رہیں کہ ان کے معاملات اب بہت حد تک غلط سمت جا رہے ہیں

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۷ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 208

درودِ ناریہ کی فضیلت

سوال: ایک درود شریف جو کہ درودِ ناریہ کے نام سے بہت مشہور ہے اور مختلف بزرگانِ دین سے اس کے پڑھنے کے متعلق تاکید وارد ہوئی ہے... کیا یہ درود صحیح ہے اور اس کے فضائل درست ہیں؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ کسی بھی درود کے پڑھنے کیلئے اس کے الفاظ کا درست ہونا کافی ہے اگرچہ اس درود شریف کے الفاظ آپ علیہ السلام سے ثابت نہ ہوں.

درود ناریہ کے کلمات کچھ یوں ہیں:

اللهم صلِّ صلاةً كاملةً، وسلّم سلامًا تامًّا على سيدنا محمّد، الذي تنحلُّ به العقد وتنفرِجُ به الكرب، وتُقضى به الحوائجُ، وتُنالُ به الرغائب وحسن الخواتيم، ويُستسقى الغمام بوجهه الكريم، وعلى اله وصحبه وسلم.

درود ناریہ کا ثبوت:

یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ درود ناریہ کا صیغہ آپ علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے، البتہ ہمارے علم کے مطابق ان کلمات کا پڑھنا درست ہے. (اگرچہ عرب علماء اس درود ناریہ کے پڑھنے کو بدعت قرار دیتے ہیں)

درود ناریہ کی ایجاد اور وجہ تسمیہ:

درود ناریہ کے صیغے کو اولا ایجاد کرنے والے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

۱- پہلا قول:

شیخ احمد الرفاعی رحمہ اللہ نے یہ کلمات بنائے ہیں.

تسمى هذه الصيغة في الصلاة على النبيّ بـ (الصلاة النارية) وهي منسوبة للإمام الجليل أحمد الرفاعي الكبير رضي الله عنه.

۲- دوسرا قول:

یہ صیغہ شیخ ابراہیم التازی الوہرانی نے بنایا تھا اور اس درود کا اصل نام درود تازی ہے جو بعد میں درود ناری ہو گیا۔

قال بعض أهل العلم: ما يُسَمّى عندَ بعضِ النّاس الصّلاة النّاريّة، اسمُها في الأَصل الصّلاةُ التّازيّة نِسبَة للشّيخ العارف بالله إبراهيم التّازي الوهراني.

اس درود کے مختلف نام:

ا. درود ناریہ:

کیونکہ یہ درود آگ کی طرح مشکلات کو ختم اور مسائل کو حل کرتا ہے۔

۲. درود تفریجیۃ:

کیونکہ یہ راستے کھولنے والا درود ہے۔

۳. درود قرطبیہ:

کیونکہ امام قرطبی اس کا اہتمام کرتے تھے۔

۴. درود تازیہ:

کیونکہ شیخ ابراہیم التازی نے یہ درود بنایا ہے۔

۵. درود نورانی:

کیونکہ اس کا پڑھنے والا نورانی۔

کتاب خزینۃ الاسرار میں اس درود کے بارے میں کچھ تفاصیل منقول ہیں۔

قال النازلي في كتابه خزينة الأسرار: من الصلوات المجربات، الصلاة التفريجية القرطبية، ويقال لها عند المغاربة (الصلاة النارية) لأنهم إذا أرادوا تحصيل المطلوب أو دفع المرهوب يجتمعون في مجلس واحد ويقرؤون هذه الصلاة النارية بهذا العدد (4444)، فينال مطلوبه سريعا كالنار. ويقال لها عند أهل الأسرار مفتاح الكنز المحيط لنيل مرام العبيد.

وتسمى بالتفريجية، لأنها بحسب زعمهم تفرج الهم، والقرطبية نسبة إلى الإمام القرطبي. أما التازية فنسبة إلى أحد مشائخ الصوفية وهو أحمد التازي.

درود ناریہ کے فضائل:

کتاب خزینۃ الأسرار میں اس کے بہت سارے فضائل منقول ہیں:

ا. علامہ قرطبی سے منقول ہے کہ جو شخص کسی مشکل کے دفع کرنے کا خواہشمند ہو وہ اس درود کو چار ہزار چار سو چوالیس (۴۴۴۴) بار پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرے تو اس کی حاجت پوری ہوگی.

جاء في كتاب (خزينة الأسرار)، لمحمد حقي النازلي (ص:170). قال الإمام القرطبي: من أراد تحصيل أمر مهم عظيم، أو دفع البلاء المقيم، فليقرأ هذه الصلاة التفريجية، وليتوسل بها إلى النبي ذي الخلق العظيم أربعة آلاف وأربعمائة وأربعا وأربعين مرة: فإن الله تعالى يوفق مراده ومطلوبه على نيته.

یہی قول ابن حجر سے بھی منقول ہے.

وكذا ذكر ابن حجر العسقلاني.

۲. امام قرطبی سے منقول ہے کہ جو شخص اس درود کو اکتالیس (۴۱) بار پڑھے گا یا سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھے گا اللہ تبارک وتعالی اس کی ہر حاجت پوری فرمائینگے.

وقال الإمام القرطبي: من داوم على هذه الصلاة كل يوم إحدى وأربعين مرة، أو مائة أو زيادة؛ فرج الله همه وغمه، وكشف كربه وضره، ويسر أمره.

۳. شیخ محمد التونسی سے منقول ہے کہ جو شخص اس درود کو روزانہ گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھے گا گویا اس پر آسمان اور زمین دونوں کی برکات نازل ہونگی.

قال الشيخ محمد التونسي: من داوم على هذه الصلاة النارية كل يوم إحدى عشرة مرة كأنها تنزل الرزق من السماء، وتنبته من الأرض.

۴. امام دینوری سے منقول ہے کہ جو شخص اس درود کو ہر نماز کے بعد گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھے گا اور اس کو معمول بنائے گا وہ اعلی مراتب اور بہترین رزق پائے گا.

وقال الإمام الدينوري: من قرأ هذه الصلاة دبر كل صلاة إحدى عشرة مرة، ويتخذها وردا، لا ينقطع رزقه وينال المراتب العالية والدولة الغنية.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tanbeehat.com

۵. جو شخص روزانہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس (۴۱) بار اسکو پڑھے گا اسکی ہر حاجت پوری ہوگی.

ومن داوم عليها بعد صلاة الصبح كل يوم إحدى وأربعين مرة ينال مراده أيضا.

٦. جو شخص روزانہ سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اس کے مقاصد توقع سے بڑھ کر پورے ہونگے.

ومن داوم عليها كل يوم مائة مرة يحصل مطلوبه، ويدرك غرضه فوق ما أراده.

۷. جو شخص روزانہ تین سو تیرہ (۳۱۳) بار پڑھے گا اس پر غیب کے پردے کھلیں گے.

ومن داوم على قراءتها كل يوم بعدد المرسلين عليهم السلام ثلاث مائة وثلاث عشرة مرة لكشف الأسرار فإنه يرى كل شيء يريده.

۸. جو شخص اس درود کو روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا وہ تصور سے بڑھ کر انعامات پائے گا.

ومن داوم عليها كل يوم ألف مرة فله ما لا يصفه الواصفون مما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر.

۹. ایک بزرگ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شیخ نے کہا کہ اگر تم اس درود کا اہتمام کروگے تو تم براہ راست آپ علیہ السلام سے مستفید ہوگے اور گویا تمہاری روحانی تربیت آپ علیہ السلام خود کرینگے.

قال احد العارفين: قال لى احد الشيوخ: ان داومت على هذه الصلاة المذكورة تاخذ العلوم والاسرار عن النبى صلى الله عليه وسلم حتى تكون فى تربيته المحمدية بالروحانى.

درودِ ناریہ کے فضائل کی حیثیت:

جیسا کہ عرض کیا کہ یہ درود بعد کے زمانے میں وجود میں آیا ہے لہٰذا اس کے فضائل مستند نہیں، اور جس کتاب (خزینۃ الاسرار) میں اس کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں وہ کتاب کسی طور بھی مستند نہیں، اور جن جن بزرگوں کی طرف نسبت کرکے درود ناریہ کے فضائل ذکر کئے گئے ہیں وہ نسبتیں بھی درست نہیں، کیونکہ ان بزرگان مثلا: علامہ قرطبی وغیرہ کی کسی کتاب میں یہ فضائل موجود نہیں، اور بعد کے زمانے میں ان فضائل کے بیان کرنے میں جو غلو کیا جانے لگا ہے وہ بھی قابل غور ہے.

درودِ ناریہ کے پڑھنے کی شرعی حیثیت:

اس درود کے کلمات کے متعلق راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پڑھنا درست ہے اور ہمارے دیار ہند میں عمومی فتوی اسی بات کا دیا جاتا ہے، البتہ موجودہ علمائے عرب اس درود کے کلمات کے پڑھنے کو بدعت قرار دیتے ہیں.

درودِ ناریہ کی مختلف تعداد کا حکم:

جیسا کہ یہ درود مستند نہیں ویسے ہی اس کے فضائل اور تعداد بھی مستند نہیں، اور مختلف تعداد کو جن بزرگان دین کی طرف منسوب کیا گیا ہے ہمارے علم کے مطابق وہ نسبتیں بھی درست نہیں، لہذا کسی مخصوص تعداد کے ساتھ پڑھنے میں بظاہر حرج نہیں، لیکن اس تعداد کی کوئی فضیلت بیان کرنا درست معلوم نہیں ہوتا.

خلاصہ کلام

درودِ ناریہ کے کلمات درست ہیں اور اس کی تعداد کسی بزرگ کے تجربے کے طور پر عمل میں لائے جاسکتے ہیں، لیکن اس کے فضائل کا بیان اور مختلف تعداد کیلئے مختلف فضیلتوں کا بیان کرنا درست معلوم نہیں ہوتا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۸ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 209

شہد کا پیالہ اور بال

سوال: مندرجہ ذیل واقعہ کی تحقیق مطلوب ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ کر کبھی کبھار گپ شپ اور مزاح فرمایا کرتے تھے۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ وہ مجلس مستقل ایک واقعہ اور قصہ بن جایا کرتی۔

ایک مرتبہ نبی کریمؐ اپنے رفقاء سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمانؓ کی معیت میں علیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدنا علیؓ کی اہلیہ سیدہ فاطمہؓ نے شہد کا ایک پیالہ ان حضرات کی مہمان داری کی خاطر پیش کیا۔ شہد اور خوبصورت چمکدار پیالہ۔۔۔ اتفاق سے اس پیالے میں ایک بال گر گیا۔ آپؐ نے وہ پیالہ خلفائے راشدین کے سامنے رکھا اور فرمایا: آپ میں سے ہر ایک اس پیالے کے متعلق اپنی رائے پیش کرے۔

- ابو بکر صدیقؓ فرمانے لگے کہ میرے نزدیک مومن کا دل اس پیالے کی طرح چمکدار ہے، اور اس کے دل میں ایمان شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن اس ایمان کو موت تک باحفاظت لے جانا بال سے زیادہ باریک ہے۔
- عمرؓ فرمانے لگے کہ حکومت اس پیالے سے چمکدار ہے اور حکمرانی شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن حکومت میں عدل وانصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔
- عثمانؓ فرمانے لگے کہ میرے نزدیک علم دین، اس پیالے سے زیادہ چمکدار ہے، اور علم دین سیکھنا شہد سے زیادہ میٹھا ہے لیکن اس پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔
- علیؓ نے فرمایا: میرے نزدیک مہمان اس پیالے سے زیادہ چمکدار ہے اور اس کی مہمان نوازی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور ان کو خوش کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔
- سیدہ فاطمہؓ فرمانے لگیں کہ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ عرض کروں؟ آپؐ کے اجازت دینے پر فرمانے لگیں کہ عورت کے حق میں حیا اس پیالے سے زیادہ چمکدار ہے، اور اس کے چہرے پر پردہ شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور غیر مرد کی اس پر نگاہ نہ پڑے یہ بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

کیا خوب ہی محفل تھی، جب خلفائے راشدین اپنی رائے کا اظہار کر چکے تو آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ادھر سرکار دوعالمؐ کے لب مبارک ملے تو زبان نبوت سے یہ الفاظ مبارک نکلے کہ معرفت اس پیالے سے زیادہ چمکدار ہے اور معرفت الہی کا حاصل ہونا اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور معرفت الہی کے بعد اس پر عمل کرنا، بال سے زیادہ باریک ہے۔

ادھر زمین پر یہ مبارک محفل سجی تھی ادھر رب ذوالجلال سے جبریلؑ بھی اجازت لے کر آپہنچے اور فرمانے لگے کہ میرے نزدیک راہ خدا اس چمکدار پیالے سے زیادہ روشن ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنا مال اور اپنی جان قربان کرنا شہد سے زیادہ شیریں اور اس پر استقامت بال سے زیادہ باریک ہے۔

جب زمین پر سجی اس محفل میں سب اپنی رائے کا اظہار کرچکے تو جبریل امین فرمانے لگے کہ یارسول! اللہ تعالیٰ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں، فرمایا کہ جنت اس پیالے سے زیادہ چمکدار ہے اور جنت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں، لیکن جنت تک پہنچنے کے لئے پلصراط سے گذرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (بکھرے موتی، ص:938)

کیا یہ پورا واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور واقعہ کسی بھی مستند کتاب میں صحیح، ضعیف یا من گھڑت روایات میں نہ مل سکا، بلکہ جب روایات کی تحقیق کرنے والے ایک مستند ادارے سے اس واقعے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں تلاش بسیار کے بعد بھی کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں مل سکا، لہذا یہی کہا جائے گا کہ یہ واقعہ بے اصل ہے.

فالحديث الذي أورده السائل الكريم لم نقف له بعد بحث طويل، فيما بين أيدينا من كتب السنة، لذا فالحديث لا أصل له. (الاسلام سوال جواب)

اس واقعے کے قریب کا واقعہ:

تفسیر روح البیان (المعروف تفسیر حقی، مصنفہ اسماعیل حقی، متوفی 1127 ہجری) میں اس واقعے کے قریب قریب کا واقعہ سورہ رعد میں {لَوْ اَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ} کے تحت نقل کیا ہے. حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہمیں علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے جانا چاہیئے. پھر یہ تینوں احباب حضرت علی کے گھر پہنچے تو حضرت علی بہت خوش ہوئے اور اندر گھر میں سوائے شہد کے ایک پیالے کے کچھ نہیں تھا اور اس پیالے میں ایک کالا بال گرا ہوا تھا. تو ان حضرات نے اس پر اپنی اپنی رائے پیش کی:

- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دین اس پیالے سے زیادہ پاک اور نورانی ہے، اور اللہ کا ذکر اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور شریعت پر چلنا بال سے باریک ہے.
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت اس پیالے سے زیادہ شفاف ہے اور اس کی نعمتیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور پل صراط بال سے باریک ہے.
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن اس پیالے سے زیادہ نورانی ہے، اور تلاوت قرآن شہد سے زیادہ میٹھی ہے اور اس کی تفسیر بال سے زیادہ باریک ہے.
- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مہمان اس پیالے سے زیادہ شفاف ہے، اور مہمان کا کلام شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کا دل بال سے زیادہ باریک ہے.

ومن الحكايات اللطيفة ان عليا رضى الله عنه مرض فقال ابوبكر رضى الله عنه لعمر وعثمان رضى الله عنهما: ان عليا قد مرض فعلينا العيادة فاتوا بابه وهو يجد خفة من المرض ففرح فرحا فتموج بحر سخائه فدخل بيته فلم يجد شيئا سوى عسل يكفى لواحد فى طست وهو ابيض وانور وفيه شعر اسود. فقال ابوبكر الصديق رضى الله عنه: لا يليق الأكل قبل المقالة فقالوا: انت اعزنا واكرمنا وسيدنا فقل اولا. فقال أبوبكر: الدين انور من الطست وذكر الله تعالى احلى من العسل والشريعة أدق من الشعر. وقال عمر: الجنة أنور من الطست ونعيمها احلى من العسل والصراط ادق من الشعر. فقال عثمان رضى الله عنه: القرآن انور من الطست وقراءة القرآن أحلى من العسل وتفسيره ادق من الشعر. فقال على رضى الله عنه: الضيف انور من الطست وكلام الضيف أحلى من العسل وقلبه أدق من الشعر.

اس واقعے کی اسنادی حیثیت:

یہ واقعہ تفسیر روح البیان (المعروف تفسیر حقی) میں بغیر کسی سند کے منقول ہے، اور اس تفسیر کے متعلق علمائے کرام کی رائے یہی ہے کہ یہ تفسیر بھی عام تفاسیر کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف اور من گھڑت روایات سے بھری ہوئی ہے اور صحیح غلط ہر طرح کی چیزیں اس میں موجود ہیں، لہذا بغیر سند کے اس تفسیر کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا.

هذا التفسير فوجدته يشرح الآيات، ويهتم بالمباحث اللغوية ويتعرض للإعراب (وهو صاحب الراية في ذلك) ثم يختلف إلى أسباب النزول ويأتي بالصحيح والسقيم بل

الموضوع دون تعقيب، ويغلب فيه الجانب الوعظي لاسيما فصاحبنا صوفي جلد وواعظ في الجامع الكبير كما قيل عنه، ويورد الإشارات الصوفية المتكلفة، ويورد أيضاً الإسرائيليات في التفسير دون تمحيص أو تدقيق. (حاطب ليل)

اس روایت کے متعلق دارالعلوم دیوبند کا فتوی:

دارالعلوم دیوبند نے بھی اس روایت کا مرجع تفسیر روح البیان بیان کیا ہے۔

Published on: Jun 8, 2016

جواب # 65482

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa ID: 894-891 L=8/1437

مذکورہ واقعہ تفسیر روح البیان میں آیت {لَوْ يَشَاءُ الله لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا} [سورۃ الرعد] کے ذیل میں قدرے تغیر کے ساتھ مذکور ہے، لیکن وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت کا ذکر نہیں ہے، ممکن ہے کہ کسی دوسری کتاب میں مزید تفصیل موجود ہو، البتہ کسی صحیح مستند کتاب میں یہ واقعہ بسند ذکر نہیں کیا گیا، لہذا ایسے واقعات بیان کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ کی جانب غلط بات منسوب کرنا بڑا گناہ اور ہلاکت کا سبب ہے۔

روح البیان میں ہے: ومن الحكايات اللطيفة أن علياً رضى الله عنه مرض، فقال أبوبكر رضى الله عنه لعمر وعثمان رضى الله عنهما: إن علياً قد مرض فعلينا العيادة. . . فدخل بيته فلم يجد شيئاً سوى عسل يكفى لواحد في طست وهو أبيض وأنور وفيه شعر أسود... فقال أبوبكر رضى الله عنه: الدين أنور من الطست وذكر الله تعالى أحلى من العسل، والشريعة أدق من الشعر، فقال عمر رضى الله عنه: الجنة أنور من الطست ونعيمها أحلى من العسل والصراط أدق من الشعر. فقال عثمان رضى الله عنه: القرآن أنور من الطست وقراءة القرآن أحلى من العسل وتفسيره أدق من الشعر. (روح البيان: الرعد)

دارالافتاء

دارالعلوم دیوبند

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعہ باوجود تلاش بسیار کے ہمیں نہ مل سکا اور نہ ہی مختلف اداروں کو مل سکا ہے، لہذا اس واقعے کو بیان کرنا اور پھیلانا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 210

حضرت عیسی علیہ السلام کی تدفین

سوال: ایک بات سنی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا انتقال مدینے میں ہوگا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ قبر میں دفن ہونگے اور یہ جو شروع کی جالی ہے اسی میں دفن ہونگے... کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

حضرت عیسی علیہ السلام کا دنیا میں آنا اور یہاں شادی کرنا اور اولاد کا ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے.

۱. پہلی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا، پھر ان کا انتقال ہوگا اور مسلمان ان کو دفن کرینگے.

وهو حديث أَبِي هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى، وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ، يَلْبَثُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ.

- أخرجه أبوداود في سننه (4324)، وأحمد في المسند (9270)، وإسناده صحيح.

قال ابن كثير في "البداية والنهاية" (224/19): وَهَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ قَوِيٌّ. وصحح إسناده ابن حجر في "الفتح" (493/6).

البتہ ان کی تدفین مدینہ منورہ میں روضہ رسول میں ہونے کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں:

۲. دوسری روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا، شادی کرینگے، اولاد ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال زندہ رہیں گے، پھر انتقال ہوگا اور میرے ساتھ قبر میں دفن ہونگے اور میرے ساتھ ایک قبر سے اٹھیں گے.

عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ينزل عيسى ابن مريم إلى الأرض، فيتزوج، ويولد له، ويمكث خمسا وأربعين سنة، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى ابن مريم من قبر واحد بين أبي بكر وعمر".

رواه ابن أبي الدنيا [كما عزاه إليه الذهبي في "ميزان الاعتدال" (562/2)]، وابن الجوزي في "العلل المتناهية" (915/2) وفي "المنتظم" (126/1)، وفي "الوفا" (714/2) أيضا: من طريق عبدالرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقي.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

۱- ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اور عبد الرحمن بن زیاد اِفریقی انتہائی کمزور راوی ہے۔

قال ابن الجوزي: هذا حديث لا يصح، والإفريقي ضعيف بمرة.

۲- امام ذہبی نے بھی اِفریقی کی کمزور روایات میں سے اس کو ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کی روایات برداشت کے قابل نہیں.

وأورده الذهبي في "ميزان الاعتدال" في سياق المناكير التي رواها هذا الراوي، وقال: فهذه مناكير غير محتملة.

۳- شیخ البانی نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

وقال الشيخ الألباني في "السلسلة الضعيفة" برقم (6562): منكر.

۳. تیسری روایت:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے حجرے میں تدفین کی اجازت مانگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے حجرے میں تو چار قبروں کی جگہ ہے جو میری، ابو بکر، عمر اور عیسی کی ہوگی.

رواه ابن عساكر (522/47) من طريق عبدالرحمن بن أبي بكر، عن أبي بكر، عن عائشة، قالت: قلت: يارسول الله! إني أرى أن أعيش من بعدك، فتأذن لي أن أدفن إلى جنبك؟ فقال: وأنَّى لي بذلك الموضع؟ ما فيه إلا موضع قبري وقبر أبي بكر وقبر عمر، وقبر عيسى بن مريم.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی دو سندیں ہیں: پہلی سند میں صالح اور ابی بکر کے درمیان سند کا انقطاع ہے۔

اور دوسری سند میں شعیب بن طلحہ ہیں جن کے بارے میں دار قطنی کی رائے یہ ہے کہ یہ متروک ہے۔

۱. جب ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کیا تو فرمایا کہ اس کی سند درست نہیں.

وهذا الحديث أورده ابن كثير في تاريخه (527/2 دار هجر)، وقال: لا يصح إسناده.

۲. ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ثابت نہیں.

وقال ابن حجر في الفتح (77/6): لا يثبت.

۴. چوتھی روایت:

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ تورات میں آپ علیہ السلام کی صفت اور عیسی علیہ السلام کی صفت یہ لکھی ہے کہ ساتھ دفن ہونگے.

قال عبدالله بن سلام رضي الله عنه: مكتوب في التوراة صفة محمد، وصفة عيسى بن مريم، يدفن معه. رواه البخاري في "التاريخ الكبير" (229/6)، والترمذي في "السنن" (رقم:3617)

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند میں ایک راوی عثمان بن ضحاک ہے جس کو تقریبا تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے.

امام بخاری نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت میری نظر میں درست نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع موجود ہے.

قال البخاري رحمه الله بعد إخراجه الحديث في التاريخ الكبير في ترجمته: هذا لا يصح عندي، ولا يتابع عليه.

۵. پانچویں روایت:

بن المسیب کہتے ہیں کہ روضہ شریف میں تین قبریں ہیں اور ایک قبر کی جگہ خالی ہے جو عیسی علیہ السلام کی قبر ہوگی.

عن سعيد بن المسيب قال: إن قبور الثلاثة في صُفَّة بيت عائشة. وهناك موضع قبر يدفن فيه عيسى عليه السلام.

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے.

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: من وجه ضعيف. (فتح الباري:66/7).

٦. چھٹی روایت:

امام قرطبی کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام کا انتقال ہوگا اور آپ علیہ السلام کے روضے میں تدفین ہوگی. ایک قول یہ ہے کہ شام میں تدفین ہوگی.

قال الإمام القرطبي رحمه الله: ثم يقبض الله روح عيسى عليه السلام ويذوق الموت، ويدفن إلى جانب النبي صلى الله عليه وسلم في الحجرة، وقد قيل إنه يدفن بالأرض المقدسة مدفن الأنبياء. (التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة. ص:1301) وذكر نحوه ابن عساكر.

٧. ساتویں روایت:

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ روضہ رسول میں تدفین ہوگی. دوسری روایت میں ہے کہ ملک شام میں تدفین ہوگی.

قال العيني في عمدة القاري (40/16): ويدفن مع النبي في قبره، وقيل: يدفن في الأرض المقدسة، وهو غريب.

خلاصہ کلام

حضرت عیسی علیہ السلام کا انتقال ہوگا اور مسلمان ان کو دفن کرینگے یہ بات تو صحیح روایات سے ثابت ہے، البتہ ان کی تدفین کی جگہ کے متعلق کوئی بھی صحیح مستند روایت موجود نہیں، اور جن روایات میں یہ بات موجود ہے وہ روایات یا تو انتہائی کمزور ہیں یا پھر اسرائیلیات سے منقول غیر معتبر باتیں ہیں، لہذا نہ تو اس بات سے صاف انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے، اللہ تبارک وتعالی ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۴ جولائی ۲۰۱۹ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر211

قربانی کے جانور کو موٹا کرنا

سوال: قربانی کے ایام میں ایک روایت کثرت سے سنتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کرو کیونکہ قیامت کے روز یہ تمہاری سواریاں ہوں گی... کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور روایت مختلف کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے.

- استفرهوا... وفي رواية: عظموا ضحاياكم فإنها مطاياكم على الصراط... وفي رواية: على الصراط مطاياكم.. وفي رواية: إنها مطاياكم إلى الجنة.. وفى رواية: سمنوا ضحاياكم.

- [كتاب الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للعلامة الشوكاني (114/1)، حديث رقم:108)
- وكتاب الشذرة في الأحاديث المشتهرة لابن طولون (96/1)
- وكتاب المشتهر من الحديث الموضوع والضعيف للجبري (197/1)
- وكتاب سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للعلامة الألباني (حديث رقم: 74 و 2687)
- وكتاب كشف الخفاء للعجلوني (حديث رقم: 337 و1794)
- وكتاب تخريج الأحاديث والآثار للحافظ الزيلعي (176/3) (حديث رقم: 1087).
- وكتاب المقاصد الحسنة للحافظ السخاوي، (حديث رقم: 80)]

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

ا. حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت نہیں ملی.

قال الحافظ ابن حجر: لم أره.

۲. حافظ ابن صلاح کہتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں اور نہ ہی محدثین کے درمیان معروف ہے.

ونقل عن ابن الصلاح قوله: هذا الحديث غيرمعروف ولا ثابت فيما علمناه.

۳. امام عجلونی کہتے ہیں کہ یہ سخت ضعیف ہے.

وقال الشيخ العجلوني: إنه ضعيف جداً.

۴. شیخ البانی کہتے ہیں کہ ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں.

¤ وقال الشيخ الألباني: لا أصل له بهذا اللفظ: عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم.

۵. شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے الابواب والتراجم للبخاری (ج:5) میں اس روایت کو ذکر کیا اور اس کے راوی یحیی کو ضعیف جدا قرار دیا ہے.

خلاصہ کلام

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درست نہیں، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں. البتہ قربانی کے جانور کو کسی حد تک کھلانا پلانا کہ وہ موٹا تازہ ہو جائے یہ شریعت میں مطلوب بھی ہے اور صحابہ کرام سے ثابت بھی.

لیکن موجودہ دور میں جانوروں کو بادام پستہ اور اس جیسی مہنگی اور انسانوں والی خوراک کھلا کر محض دکھلاوے کیلئے موٹا اور مہنگا کرنا بھی شریعت میں محبوب نہیں کہ یہ بلاوجہ کی فضول خرچی اور مال کا ضائع کرنا ہے.

بس اعتدال کے ساتھ جانور کو خوراک کھلائی جائے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کے نام پر قربان کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۵ جولائی ۲۰۱۹ مدینہ منورہ

تنبیہات سلسلہ نمبر212

روضہ رسول پر بار بار سلام

سوال: جو لوگ مدینہ منورہ میں ہوں اور ایک بار سلام پیش کر چکے ہوں انکے لئے روضہ رسول پر حاضری اور سلام پیش کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ہر نماز کے بعد یا ہر روز سلام پیش کرنا چاہیئے یا ایک بار کافی ہے؟
اس مسئلے کا جواب عنایت فرمائیں...

الجواب باسمه تعالی

جمہور امت کے نزدیک مدینہ منورہ جانا، مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا اور آپ علیہ السلام کے روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضر ہونا ہر مسلمان کیلئے سعادت اور خوش نصیبی کا باعث ہے اور اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں.

البتہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی مقدار کے متعلق امت میں مختلف معمول اور مختلف مزاج رہا ہے.

- **پہلا قول:**

روزانہ روضہ رسول پر سلام کیلئے جانا:

دیارِ ہندوپاکستان کے علمائے کرام کا مزاج کثرت سے سلام پیش کرنے کا ہے.

١. مولانا تبریز عالم قاسمی (استاد دارالعلوم حیدرآباد) لکھتے ہیں کہ جب تک مدینہ میں قیام ہو خوب سلام پیش کیا جائے.

٢. مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب تک مدینہ منورہ میں قیام ہو کثرت سے روضہ اقدس کے سامنے حاضر ہو کر سلام عرض کیا کرے، خصوصاً پانچ نمازوں کے بعد.

٣. شیخ مشایخنا فقیہ النفس، رأس المحدثین حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فرمایا: امام مالک کے علاوہ تینوں اماموں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کثرت سے حاضر ہو کر سلام عرض کرنا بلا کراہت جائز ہے.
(زبدۃ المناسک، ص:484،485).

٤. امام نووی کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہیئے اور اچھے لوگوں کی قبور کے پاس زیادہ کھڑا رہنا چاہیئے.

وقال النووي: يستحب الإكثار من الزيارة وان يكثر الوقوف عند قبور أهل الخير والفضل.

۵. عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ میں ہر رات کے آخری حصے میں نکل کر مسجد آتا اور سب سے پہلے آپ علیہ السلام کو سلام پیش کرتا.

وقال عبدالله بن محمد بن عقيل: كنت اخرج كل ليلة من آخر الليل حتى أتي المسجد فأبدأ بالنبي فأسلم عليه.

٦. ابن زبالہ عبد العزیز بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اہل مدینہ کے ایک شخص کو دیکھا (جس کا نام محمد بن کیسان ہے) کہ وہ جمعے کے دن عصر کے وقت آتا تھا اور ہم ربیعہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ابن کیسان قبر کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرتا اور رات ہونے تک کھڑا رہ کر دعا کرتا رہتا، تو ربیعہ کے کچھ ساتھیوں نے اعتراض کیا مگر ربیعہ نے کہا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑو، کیونکہ ہر شخص کی اپنی نیت ہے.

(یہ تینوں روایات "شفاء الفؤاد بزیارہ خیر العباد" کی ہیں)

۷. امام سبکی نے نقل کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک قبر مبارک کی زیارت عبادت ہے، لیکن وہ کثرت سے جانے کو منع کرتے تھے کیونکہ امام مالک کی عادت تھی کہ جو عمل آگے جا کر بدعت کا سبب بنے اس سے منع کیا کرتے تھے، تو یہاں بھی کثرت سے جانے کو منع کیا، جبکہ تینوں ائمہ کے نزدیک قبر مبارک کی زیارت بار بار کرنا مستحب ہے.

قال السبكي: والملخص من مذهب مالك ان الزيارة قربة ولكنه على عادته في سد الذرائع يكره منها الإكثار الذي قد يفضي إلى محذور، والمذاهب الثلاثة يقولون باستحبابها، واستحباب الإكثار منها لان الإكثار من الخير خير.

۸. امام باجی کہتے تھے کہ امام مالک کا منع کرنا تو مقیمین کیلئے تھا جبکہ مسافرین نے تو اسی غرض کیلئے سفر کیا ہے لہذا یہ ممانعت ان کیلئے نہیں ہوگی.

قال الباجي: فالفرق بين أهل المدينة وبين الغرباء ان الغرباء سافروا وقصدوا لذلك واهل المدينة مقيمين لها.

۲. دوسرا قول:

سفر سے آمد کے موقع پر ایک بار سلام پیش کیا جائے:

۱. حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر سے واپسی پر روضہ رسول پر سلام پیش فرماتے تھے.

قال عبدالرزاق في المصنف عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَابَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ».

۲. معمر کہتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ بن عمر سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر کے علاوہ کسی صحابی کا معمول ایسا نہیں تھا.

قَالَ مَعْمَرٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ: «مَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ إِلَّا ابْنَ عُمَرَ».

۳. سہل بن ابی سہل کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کے پوتے حسن رحمہ اللہ نے روضہ رسول کے پاس دیکھا تو مجھے بلایا اور پوچھا کیا کر رہے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں سلام عرض کر رہا تھا، تو فرمایا کہ جب مسجد میں داخل ہو تو درود و سلام پڑھ لیا کرو اور بار بار سلام کیلئے حاضر نہ ہوا کرو، کیونکہ آپ علیہ السلام نے قبر کو عید گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، البتہ درود پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، تم اور اندلس میں موجود انسان درود کے معاملے میں برابر ہو. *

وروى سعيد بن منصور في (سننه) عن سهل بن أبي سهل قال: رآني الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم فناداني وهو في بيت فاطمة يتعشى فقال: هلم إلى العشاء، قلت: لا أريده، قال: ما لي رأيتك عند القبر؟ فقلت: سلمت على النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إذا دخلت المسجد فسلم، ثم قال: إن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تتخذوا قبري عيدا، ولا تتخذوا بيوتكم قبورا، وصلوا علي؛ فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم. لعن الله اليهود والنصارى: اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد"، ما أنتم ومن بالأندلس إلا سواء.

۴. زین العابدین رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آپ علیہ السلام کی قبر کے پاس آکر دعا کیا کرتا تھا، تو زین العابدین رحمہ اللہ نے اسکو منع فرمایا اور فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارا درود ہر جگہ سے مجھ تک پہنچایا جاتا ہے.

فعن علي بن الحسين زين العابدين أنه رأى رجلاً يجيء إلى فرجة كانت عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم فيدعو، فنهاه، وقال: ألا أحدثكم بحديث سمعته من أبي عن جدي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: "لا تتخذوا قبري عيدا، ولا بيوتكم قبورا، وصلوا علي؛ فإن تسليمكم يبلغني أين كنتم". (رواه في المختارة).

۵. علامہ ابن حجر ہیتمی کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے قبر کو عید بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (عید کا مطلب یہ ہے کہ بار بار آنا یا عادت بنانا)۔ گویا کہ آپ علیہ السلام نے قبر مبارک پر بار بار آنے اور اسکی عادت بنا لینے سے منع فرمایا ہے.

"لا تجعلوا قبري عيدًا". قال ابن حجر الهيتمي في شرح المشكاة: العيد اسم من الأعياد، يقال: عاده واعتاده وتعوّده صار له عادة، والمعنى: لا تجعلوا قبري محلاً لاعتياد المجيء إليه متكررًا تكرارًا كثيرًا، فلهذا قال: وصلوا عليَّ فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم. فإن فيها كفاية عن ذلك. (انتهى كلامه رحمه الله تعالى).

٦. ابن رشد نے نقل کیا ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ اجنبی شخص اگر روزانہ قبر پر آئے تو اسکا کیا حکم ہے؟ امام مالک نے فرمایا کہ یہ کوئی کام نہیں، اور یہ حدیث کی مخالفت ہے.

وفي كتاب الجامع للبيان لابن رشد: سئل مالك رحمه الله تعالى عن الغريب يأتي قبر النبي كل يوم، فقال: ما هذا من الأمر، وذكر حديث: اللهم لا تجعل قبري وثنًا يُعبد. [صححه الألباني في "تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد" (ص24-26)].

۷. ابن رشد کہتے ہیں کہ بار بار قبر کے پاس آنا درست نہیں جیسا کہ مسجد میں بار بار آیا جاتا ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس سے (یعنی بار بار قبر کے پاس آنے سے) منع فرمایا ہے.

قال ابن رشد: فيُكره أن يُكثر المرور به والسلام عليه، والإتيان كل يوم إليه لئلا يُجعل القبر كالمسجد الذي يؤتى كل يوم للصلاة فيه، وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك بقوله: اللهم لا تجعل قبري وثنًا.

- انظر البيان والتحصيل لابن رشد (18/444-445).

۸. علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہی اہل مدینہ اور اہل بیت کا مسلک ہے کہ بار بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نہ آیا جائے کیونکہ یہ ایک طرح سے قبر کو عید بنانا ہے.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: فانظر إلى هذه السنة، كيف مخرجها من أهل المدينة، وأهل البيت الذين لهم قرب النسب وقرب الدار.

وقال: ما علمت أحداً رخص في ذلك؛ لأنه نوع من اتخاذه عيدا.

۹. امام مالک فرماتے ہیں کہ مسجد میں جانے والے ہر شخص کیلئے سلام پیش کرنا لازم نہیں ہے، یہ تو صرف باہر سے آنے والوں کیلئے ہے کہ وہ سلام پیش کریں، کیونکہ صحابہ اور ان کے بعد کے لوگ بار بار سلام پیش نہیں کیا کرتے تھے۔*

قال شيخ الإسلام ابن تيمية في الرد على الأخنائي (ص:46): قال القاضي عياض: قال مالك في المبسوط: وليس يلزم من دخل المسجد وخرج منه من أهل المدينة الوقوف للقبر؛ وإنما ذلك للغرباء. وقال فيه أيضا: ولا بأس لمن قدم من سفر أو خرج إلى سفر أن يقف على قبر النبي صلى الله عليه وسلم فيصلي عليه ويدعو له ولأبي بكر وعمر. قيل له: فان ناسا من أهل المدينة لا يقدمون من سفر ولا يريدونه يفعلون ذلك في اليوم مرة أو أكثر؛ وربما وقفوا في الجمعة أو في الأيام المرة أو المرتين أو أكثر من ذلك عند القبر يسلمون ويدعون ساعة. فقال: لم يبلغني هذا عن أهل الفقه ببلدنا وتركه واسع.

- **سلام پیش کرنے کے بعد دعا کیلئے جالی کے سامنے کھڑا ہونا:**

۱. امام مالک فرماتے ہیں کہ سلام کے بعد قبر رسول کے پاس کھڑا نہ رہے، بلکہ سلام کرکے آگے بڑھ جائے۔

وقال القاضي عياض أيضا في المبسوط عن مالك: لا أرى أن يَقِفَ عندَ قبرِ النبيِّ صلى اللهُ عليهِ وسلَّمَ يَدعُو، ولكنْ يُسلِّم ويَمضِي. (الشفا 2/671-678)

۲. ابن جوزی اور ابن عقیل کہتے ہیں کہ قبر پر دعا کی غرض سے جانا مکروہ ہے۔

وقال ابن عقيل وابن الجوزي: يكره قصد القبور للدعاء.

۳. امام مالک کہتے ہیں کہ قبر کے پاس (اپنے لئے) دعا مانگنا بدعت ہے جو سلف سے ثابت نہیں۔

وقال مالك: هو بدعة لم يفعلها السلف.

۴. علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ دعا کیلئے قبر پر جانا یا وہاں دعا کی غرض سے کھڑا ہونا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

وقال شيخ الإسلام ابن تيمية: يكره قصد القبور للدعاء ووقوفه عندها أيضاً للدعاء.

۵. علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امت میں کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں رہا کہ قبر مبارک کے پاس دعا کی قبولیت زیادہ ہوتی ہے، لہذا صرف سلام کرنا چاہیئے۔

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: لم يكن في الصحابة والتابعين والأئمة والمشايخ المتقدمين من يقول: إن الدعاء مستجاب عند قبور الأنبياء والصالحين لا مطلقاً ولا معيناً. إنما يرخص فيما إذا سلم عليه.

الوداعی سلام پیش کرنا:

١. عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی سفر پر جاتے یا سفر سے واپس آتے تو آپ علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر درود پڑھتے اور دعا کرتے۔

حديث موقوف: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالله بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا، أَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَدَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ.

٢. امام محمد کہتے ہیں کہ مدینہ آنے والے کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ يَأْتِي قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٣. ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ جب وہ مدینہ سے جاتے یا آتے تو قبر مبارک پر سلام کیلئے حاضر ہوتے۔

قال ابن القاسم: رأيت أهل المدينة اذا خرجوا منها أو دخلوها اتوا القبر فسلموا.

٤. ابن رشد کہتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قبر مبارک پر گذرنے والے کو سلام کرنا چاہیئے؟ تو فرمایا: ہاں، جب بھی قبر مبارک پر گذر ہو تو سلام کرنا چاہیئے۔

وفي جامع البيان لابن رشد: سئل مالك عن المار بقبر النبي أترى ان يسلم كلما مر؟ قال: نعم، أرى ذلك كلما مر وقد أكثر الناس من ذلك.

۵. ابن رشد کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب گذرے تو سلام کرلے، لیکن بار بار سلام کیلئے نہ گذرے، البتہ مدینے سے جانے والا الوداعی سلام کیلئے حاضر ہو سکتا ہے۔

قال ابن رشد: معناه ان يلزمه أن يسلم متى ما مر وليس عليه ان يمر ليسلم الا للوداع عند الخروج، ويكره ان يكثر المرور به والسلام عليه والاتيان كل يوم.

٦. یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ حاضر ہو یا وہاں سے رخصت ہو اس کیلئے قبر مبارک پر حاضری میں کوئی حرج نہیں.

وقال أيضاً في المبسوط: لا بأس لمن قدم من سفر أو خرج أن يقف عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم فيصلي عليه ويدعو لأبي بكر وعمر.

خلاصہ کلام

مدینہ منورہ جانے والے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ پہلی بار ادب واحترام کے ساتھ روضہ رسول پر حاضر ہو کر سلام پیش کریں کہ آپ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور سلام پیش کرنے والوں کا جواب خود دیتے ہیں.

لیکن بار بار جانا اور ہر نماز کے بعد اس کی عادت بنانا علمائے کرام کے درمیان اختلافی معاملہ رہا ہے، لہذا اس عمل کو نہ تو ضروری سمجھا جائے اور نہ ہی رواجی عمل بنایا جائے، بلکہ جب بھی جائیں انتہائی ادب اور احترام کی کیفیت کے ساتھ جانا چاہیئے.

اسی طرح مدینے سے روانگی سے پہلے الوداعی سلام امت کے اسلاف صحابہ اور انکے بعد کے لوگوں سے ثابت ہے، لہذا رخصت ہوتے وقت الوداعی سلام کیا جائے، البتہ اس موقعے پر کوئی خاص دعا ثابت نہیں.

(مولانا عبد الرحمن کوثر بن مفتی عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ کے شکریہ کے متوجہ کرنے سے یہ روایات سامنے آئی جزاہ اللہ خیر الجزاء)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۹ جولائی ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 213

حیاتِ نبی کے آخری لمحات (حصہ أول)

سوال: آپ علیہ السلام کی وفات سے تین دن پہلے سے پیش آنے والے واقعات کے متعلق ایک واقعہ سوشل میڈیا پر گردش کررہا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وصال سے تین دن پہلے جبکہ آپ علیہ السلام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف فرما تھے، آپ علیہ السلام نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو جمع کرکے ان سے اس بات کی اجازت لے لی کہ میں اپنی بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گذارلوں.....(پورا مفصل قصہ ہے)

اس پورے واقعے کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ آپ علیہ السلام کی وفات کے متعلق صحیح، ضعیف اور موضوع ہر طرح کی روایات کثرت سے منقول ہیں، لہذا ان واقعات کو نقل کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے.

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ واقدی نے وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت ساری روایات نقل کی ہیں جن میں نکارت اور غرابت ہے جن کو ہم نے ان کی اسنادی حیثیت کی کمزوری کی وجہ سے اور ان کے متون کی نکارت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے اور خاص کر جو قصہ گو لوگ نقل کرتے ہیں ان میں سے اکثریت من گھڑت ہوتے ہیں.

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله "البداية والنهاية" (256/5): وقد ذكر الواقدي وغيره في الوفاة أخبارًا كثيرةً فيها نكارات وغرابة شديدة، أضربنا عن أكثرها صفحا لضعف أسانيدها، ونكارة متونها، ولا سِيَّما ما يورده كثير من القُصَّاص المتأخرين وغيرهم، فكثير منه موضوع لا محالة.

سوال میں مذکور روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت بہت ساری روایات سے جوڑ کر بنائی گئی ہے جن میں سے بعض صحیح، بعض ضعیف اور بعض روایات من گھڑت ہیں.

ان میں سے ہر روایت کی الگ اسنادی حیثیت واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی.

● ۱. پہلی روایت:

وفات سے تین روز پہلے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے۔

وعاد الرسول وقبل الوفاة بـ ٣ أيام بدأ الوجع يشتد عليه وكان في بيت السيدة ميمونة.

تحديد المدة بالأيام لم ترد ولم تثبت... والله أعلم.

تحقیق:

تین دن کی تحدید کسی بھی روایت سے ثابت نہیں، اسی طرح حضرت میمونہ کے حجرے میں ہونا بھی کہیں سے ثابت نہیں.

● ۲. دوسری روایت:

ارشاد فرمایا کہ "میری بیویوں کو جمع کرو" تمام ازواج مطہرات جمع ہو گئیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا تم سب مجھے اجازت دیتی ہو کہ بیماری کے دن میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گذار لوں؟" سب نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کو اجازت ہے۔

فقال: "اجمعوا زوجاتي" فجمعت الزوجات. فقال النبي: "أتأذنون لي أن أمرض في بيت عائشة؟ " فقلن: نأذن لك يارسول الله.

تحقیق:

یہ روایت بھی درست نہیں.

البتہ چونکہ آپ علیہ السلام بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کل میں کہاں ہونگا؟ تو ازواج مطہرات نے آپ علیہ السلام کو حضرت عائشہ کے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی.

● ۳. تیسری روایت:

پھر اٹھنا چاہا لیکن اٹھ نہ پائے تو حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگے بڑھے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو سہارے سے اٹھا کر سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی طرف لے جانے لگے۔ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (بیماری اور کمزوری کے

حال میں پہلی بار دیکھا تو گھبرا کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا؟ چنانچہ صحابہ مسجد میں جمع ہونا شروع ہوگئے اور مسجد شریف میں ایک ہجوم لگ گیا۔

فأراد أن يقوم فما استطاع فجاء علي بن أبي طالب والفضل بن العباس فحملا النبي وخرجوا به من حجرة السيدة ميمونة الى حجرة السيدة عائشة فرآه الصحابة علي هذا الحال لأول مرة...

هذا لا علم لي به.

تحقیق:

ایسی کوئی روایت ثابت نہیں.

● ۴. چوتھی روایت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ شدت سے بہہ رہا تھا. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی کا اتنا پسینہ بہتے نہیں دیکھا۔

□ فيبدأ الرسول يعرق ويعرق ويعرق، وتقول السيدة عائشة: أنا بعمري لم أرى أي إنسان يعرق بهذه الكثافة. فتأخذ يد الرسول وتمسح عرقه بيده، (فلماذا تمسح بيده هو وليس بيدها) تقول عائشة: إن يد رسول الله أطيب وأكرم من يدي فلذلك أمسح عرقه بيده هو وليس بيدي أنا. (فهذا تقدير للنبي)

تحقیق:

یہ روایت بھی ثابت نہیں.

● ۵. پانچویں روایت:

اور فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑتی اور اسی کو چہرہ اقدس پر پھیرتی کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ہاتھ میرے ہاتھ سے کہیں زیادہ محترم اور پاکیزہ تھا۔

مزید فرماتی ہیں کہ حبیب خدا علیہ الصلوات والتسلیم سے بس یہی ورد سنائی دے رہا تھا کہ "لا إله إلا الله، بیشک موت کی بھی اپنی سختیاں ہیں۔"

فتقول: كنت آخذ بيد النبي وأمسح بها وجهه، لأن يد النبي أكرم وأطيب من يدي.

تنبیہات
متخصص فی الفقه والعلوم الاسلامیه
جامعة العلوم الاسلامیة علامه بنوری ٹاؤن
Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambehat.com

وتقول: فأسمعه يقول: "لا اله إلا الله، إن للموت لسكرات".

الحديث صحيح وهو عند البخاري، أن عائشة رضي الله عنها كانت تقول: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان بين يديه ركوة أو علبة فيها ماء، (يشك عمر) فجعل يدخل يديه في الماء فيمسح بهما وجهه ويقول: "لا إله إلا الله، إن للموت سكرات"، ثم نصب يده فجعل يقول: "في الرفيق الأعلى" حتى قبض ومالت يده.

تحقیق:

یہ روایت درست نہیں ہے.

البتہ آپ علیہ السلام کے پاس انتقال کے وقت ایک برتن میں پانی تھا اور آپ اس میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر پھیرتے اور فرماتے کہ بیشک موت کی سختی بہت سخت ہے.

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مختلف دعائیں پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں

عن عائشة رضى الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى يقرأ على نفسه بالمعوذات، وينفث، فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وأمسح عنه بيده رجاء بركتها.

● ٦. **چھٹی روایت:**

اسی اثناء میں مسجد کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوف کی وجہ سے لوگوں کا شور بڑھنے لگا۔ نبی علیہ السلام نے دریافت فرمایا: "یہ کیسی آوازیں ہیں؟" عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ لوگ آپ کی حالت سے خوف زدہ ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے انکے پاس لے چلو۔

فتقول السيدة عائشة: فكثر اللغط (أي الحديث) في المسجد إشفاقاً على الرسول. فقال النبي: "ما هذا؟" فقالوا: يارسول الله! يخافون عليك، فقال: "احملوني إليهم" فأراد أن يقوم فما إستطاع فصبوا عليه 7 قرب من الماء حتي يفيق، فحمل النبي وصعد إلى المنبر...

الله أعلم بهذا الخبر.

تحقیق:

یہ روایت بھی ثابت نہیں.

● ۷. ساتویں روایت:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا اور آپ علیہ السلام کے آخری کلمات تھے۔

فرمایا: "اے لوگو۔۔۔! شاید تمہیں میری موت کا خوف ہے؟" سب نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمایا: "اے لوگو۔۔! تم سے میری ملاقات کی جگہ دنیا نہیں، تم سے میری ملاقات کی جگہ حوض (کوثر) ہے، خدا کی قسم! گویا کہ میں یہیں سے اسے (حوض کوثر کو) دیکھ رہا ہوں. اے لوگو۔۔۔! مجھے تم پر تنگدستی کا خوف نہیں بلکہ مجھے تم پر دنیا (کی فراوانی) کا خوف ہے، کہ تم اس (کے معاملے) میں ایک دوسرے سے مقابلے میں لگ جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے (پچھلی امتوں) والے لگ گئے، اور یہ (دنیا) تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ انہیں ہلاک کر دیا۔"

فكانت آخر خطبة لرسول الله وآخر كلمات له: فقال النبي: "أيها الناس! كأنكم تخافون عَلَيَّ؟" فقالوا: نعم يارسول الله. فقال: "أيها الناس، موعدكم معي ليس الدنيا، موعدكم معي عند الحوض، والله لكأني أنظر اليه من مقامي هذا، أيها الناس! والله ما الفقر أخشى عليكم، ولكني أخشى عليكم الدنيا أن تنافسوها كما تنافسها الذين من قبلكم، فتهلككم كما أهلكتهم".

بهذا اللفظ ليس له أصل.

تحقیق:

اس خطبے کا بھی روایات میں کوئی ثبوت نہیں، البتہ دنیا کی محبت کی بات ایک اور موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمائی تھی جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے تھے.

وفات کے وقت کا صحیح اور ثابت خطبہ مندرجہ ذیل ہے:

رواه أبوسعيد الخدري رضي الله عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه ونحن في المسجد عاصبا رأسه بخرقة حتى أهوى نحو المنبر فاستوى عليه واتبعناه، قال: «والذي نفسي بيده، إني لأنظر إلى الحوض من مقامي هذا»، ثم قال: «إن عبداً عرضت عليه الدنيا وزينتها، فاختار الآخرة»، قال: فلم يفطن

لها أحد غير أبي بكر رضوان الله عليه فذرفت عيناه، فبكى، ثم قال: بل نفديك بآبائنا وأمهاتنا وأنفسنا وأموالنا يارسول الله، قال: ثم هبط فما قام عليه حتى الساعة.

● ۸. آٹھویں روایت:

پھر مزید ارشاد فرمایا: "اے لوگو۔۔! نماز کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ نماز کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔"(یعنی عہد کرو کہ نماز کی پابندی کروگے، اور یہی بات بار بار دہراتے رہے).

پھر فرمایا: "اے لوگو۔۔۔! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، میں تمہیں عورتوں سے نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔"

مزید فرمایا: "اے لوگو۔۔۔! ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ دنیا کو چن لے یا اسے چن لے جو اللہ کے پاس ہے، تو اس نے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے".

اس جملے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کوئی نہ سمجھا حالانکہ انکی اپنی ذات مراد تھی۔

جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تنہا شخص تھے جو اس جملے کو سمجھے اور زار و قطار رونے لگے اور بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نبی علیہ السلام کی بات قطع کرکے پکارنے لگے: "ہمارے باپ دادا آپ پر قربان، ہماری مائیں آپ پر قربان، ہمارے بچے آپ پر قربان، ہمارے مال و دولت آپ پر قربان....."

روتے جاتے ہیں اور یہی الفاظ کہتے جاتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (ناگواری سے) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی بات کیسے قطع کردی؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دفاع ان الفاظ میں فرمایا:

"اے لوگو۔۔۔! ابو بکر کو چھوڑ دو، تم میں سے ایسا کوئی نہیں کہ جس نے ہمارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہو اور ہم نے اس کا بدلہ نہ دے دیا ہو، سوائے ابو بکر کے کہ اس کا بدلہ میں نہیں دے سکا، اس کا بدلہ میں نے اللہ جل شانہ پر چھوڑ دیا۔ مسجد (نبوی) میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں، سوائے ابو بکر کے دروازے کے جو کبھی بند نہ ہو گا".

ثم قال: "أيها الناس! الله الله في الصلاة، الله الله في الصلاة". لفظ شاذ. والصواب كانت عامة وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته: «الصلاة وما ملكت أيمانكم» حتى جعل يلجلجها في صدره وما يفيض بها لسانه.

بمعني أستحلفكم بالله العظيم أن تحافظوا على الصلاة، وظل يرددها. ثم قال: "أيها الناس! اتقوا الله في النساء، اتقوا الله في النساء، اوصيكم بالنساء خيرا". ثم قال: "أيها الناس! إن عبداً خيره الله بين الدنيا وبين ما عند الله، فاختار ما عند الله". وظل يرددها فنظر الناس إلى أبي بكر، كيف يقاطع النبي فأخذ النبي يدافع عن أبي بكر قائلاً: "أيها الناس، دعوا أبابكر، فما منكم من أحد كان له عندنا من فضل إلا كافأناه به، إلا أبوبكر لم أستطع مكافأته، فتركت مكافأته إلى الله عزوجل، كل الأبواب إلى المسجد تسد إلا باب أبي بكر لا يسد أبداً".

لفظ شاذ لا أعلم عنه.

تحقیق:

بعینہ ایسا کوئی بھی خطبہ آپ علیہ السلام سے ثابت نہیں، البتہ مختلف روایات کو جوڑ کر ایک خطبہ بنایا گیا ہے۔

● **۹. نویں روایت:**

آخر میں اپنی وفات سے قبل مسلمانوں کے لئے آخری دعا کے طور پر ارشاد فرمایا: "اللہ تمہیں ٹھکانہ دے، تمہاری حفاظت کرے، تمہاری مدد کرے، تمہاری تائید کرے"۔

وأخيراً قبل نزوله من المنبر بدأ الرسول بالدعاء للمسلمين قبل وفاته كآخر دعوات لهم فقال: (أواكم الله، حفظكم الله، نصركم الله، ثبتكم الله، أيدكم الله) الحديث (مرحبا بكم، حياكم الله، رحمكم الله، أواكم الله، نصركم الله، رفعكم الله، نفعكم الله، هداكم الله، رزقكم الله، وفقكم الله، سلمكم الله، قبلكم الله، أوصيكم بتقوى الله، وأوصي الله بكم وأستخلفه عليكم، إني لكم منه نذير مبين لا تعلوا على الله في عباده وبلاده فإن الله قال لي ولكم: {تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتقين} وقال: {أليس في جهنم مثوى للمتكبرين} ثم قال: قد دنا الأجل والمنقلب إلى الله وإلى سدرة المنتهى وإلى جنة المأوى وإلى الرفيق الأعلى والكأس الأوفى والحظ والعيش المهنى).

حديث عند الطبراني والبزار، بسند ضعيف.

تحقیق:

یہ دعا کا حصہ بعض کمزور روایات سے ثابت ہے۔

● ۱۰. دسویں روایت:

اور آخری بات جو ممبر سے اترنے سے پہلے امت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائی وہ یہ کہ:

"اے لوگو۔۔۔! قیامت تک آنے والے میرے ہر ایک امتی کو میرا سلام پہنچا دینا۔"

وكانت آخر كلمة قالها كلمة موجهة إلى الأمة من على منبره قبل نزوله قال: "أيها الناس، أقرأوا مني السلام كل من تبعني من أمتي إلى يوم القيامة"

تحقیق:

یہ الفاظ کہ "میری قیامت تک آنے والی امت کو میرا سلام پہنچاؤ" یہ ثابت نہیں.

البتہ ضعیف روایت سے یہ الفاظ ثابت ہیں کہ: "میری امت کے جس بھی فرد سے ملو اس کو میرا سلام پہنچاؤ".

ايها الناس اقرءوا مني السلام على من تبعني من امتي إلى يوم القيامة.

قلت ورد بلفظ: اقرءوا على من لقيتم من أمتى بعدى السلام الأول فالأول إلى يوم القيامة. (عن ابن مسعود)

أخرجه الشيرازى فى الألقاب كما فى البيان والتعريف للحسينى (127/1)، والمداوى للشيخ الغمارى (134/2).

رتبة الحديث: ضعيف.

قال الألباني: ضعيف.

انظر حديث رقم: (1071) في ضعيف الجامع.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۷ جولائی ۲۰۱۹ مدینہ منورہ

جاری ہے (بقیہ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 213

حیاتِ نبی کے آخری لمحات (حصہ دوم)

● **١١. گیارھویں روایت:**

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ سہارے سے اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ اسی اثناء میں حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو دیکھنے لگے لیکن شدت مرض کی وجہ سے طلب نہ کر پائے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے سمجھ گئیں اور انہوں نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھ دی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال نہ کر پائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک لے کر اپنے منہ سے نرم کی اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا دی تاکہ دہن مبارک اس سے تر رہے۔

فرماتی ہیں: آخری چیز جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے پیٹ میں گئی وہ میر العاب تھا، اور یہ اللہ تبارک وتعالٰی کا مجھ پر فضل ہی تھا کہ اس نے وصال سے قبل میر ا اور نبی کریم علیہ السلام کا لعاب دہن یکجا کر دیا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مزید ارشاد فرماتی ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ تشریف لائیں اور آتے ہی رو پڑیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ نہ سکے، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب بھی فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تشریف لاتیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکے ماتھے پر بوسہ دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے فاطمہ! قریب آجاؤ۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ اور زیادہ رونے لگیں، انہیں اس طرح روتا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "اے فاطمہ! قریب آؤ۔۔۔" دوبارہ انکے کان میں کوئی بات ارشاد فرمائی تو وہ خوش ہونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا تھا کہ وہ کیا بات تھی جس پر روئیں اور پھر خوشی کا اظہار کیا تھا؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کہنے لگیں کہ پہلی بار (جب میں قریب ہوئی تو) فرمایا: "فاطمہ! میں آج رات (اس دنیا سے) کوچ

کرنے والا ہوں"۔ جس پر میں رو دی۔۔۔ جب انہوں نے مجھے بے تحاشا روتے دیکھا تو فرمانے لگے:"فاطمہ! میرے اہلِ خانہ میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی۔۔۔" جس پر میں خوش ہو گئی۔

وبينما هو هناك دخل عليه عبدالرحمن بن أبي بكر وفي يده سواك، فظل النبي ينظر الى السواك ولكنه لم يستطيع أن يطلبه من شدة مرضه. ففهمت السيدة عائشة من نظرة النبي، فأخذت السواك من عبدالرحمن ووضعته في فم النبي، فلم يستطع أن يستاك به، فأخذته من النبي وجعلت تلينه بفمها وردته للنبي مرة أخرى حتى يكون طرياً عليه. فقالت: كان آخر شيء دخل جوف النبي هو ريقي، فكان من فضل الله علي أن جمع بين ريقي وريق النبي قبل أن يموت. (صحيح) تقول السيده عائشة: ثم دخلت فاطمة بنت النبي، فلما دخلت بكت، لأن النبي لم يستطع القيام، لأنه كان يقبلها بين عينيها كلما جاءت إليه. فقال النبي: "أدنو مني يافاطمة" فحدثها النبي في أذنها، فبكت أكثر. فلما بكت قال لها النبي: "أدنو مني يافاطمة" فحدثها مرة أخرى في اذنها، فضحكت..... بعد وفاته سئلت: ماذا قال لك النبي؟ فقالت: قال لي في المرة الأولى: "يافاطمة! إني ميت الليلة" فبكيت، فلما وجدني أبكي قال: "يافاطمة! أنت أول أهلي لحاقاً بي" فضحكت.

تحقیق:

یہ الفاظ تقریباً ثابت ہیں۔

● ۱۲. بارھویں روایت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو گھر سے باہر جانے کا حکم دے کر مجھے فرمایا:"عائشہ! میرے قریب آجاؤ۔۔۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجۂ مطہرہ کے سینے پر ٹیک لگائی اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمانے لگے: مجھے وہ اعلیٰ وعمدہ رفاقت پسند ہے۔(میں اللہ کی، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت کو اختیار کرتا ہوں)

صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: میں سمجھ گئی کہ انہوں نے آخرت کو چن لیا ہے۔

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798

ثم قال النبي: "أخرجوا من عندي في البيت". وقال: "ادنو مني يا عائشة". فنام النبي على صدر زوجته، ويرفع يده للسماء ويقول: "بل الرفيق الأعلى، بل الرفيق الأعلى". تقول السيدة عائشه: فعرفت أنه يخير...

تحقیق:

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درست نہیں

البتہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ علیہ السلام کا انتقال میرے گھر میں میرے باری پر میرے سینے اور میرے گردن کے درمیان ہوا

قالت عائشة : توفي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي وفي يومي وبين سحري ونحري

● ۱۳. **تیرھویں روایت:**

جبرئیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گویا ہوئے: یارسول اللہ! ملکُ الموت دروازے پر کھڑے شرف باریابی چاہتے ہیں۔ آپ سے پہلے انہوں نے کسی سے اجازت نہیں مانگی. آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "جبریل! اسے آنے دو۔" ملکُ الموت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے، اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ! مجھے اللہ نے آپ کی چاہت جاننے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ دنیا میں ہی رہنا چاہتے ہیں یا اللہ سبحانہ وتعالی کے پاس جانا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا: "مجھے اعلی وعمدہ رفاقت پسند ہے، مجھے اعلی وعمدہ رفاقت پسند ہے۔"

ودخل سيدنا جبريل على النبي وقال: يارسول الله! ملك الموت بالباب، يستأذن أن يدخل عليك، وما استأذن علي أحد من قبلك. فقال النبي: "ائذن له ياجبريل". فدخل ملك الموت على النبي وقال: السلام عليك يارسول الله! أرسلني الله أخيرك، بين البقاء في الدنيا وبين أن تلحق بالله. فقال النبي: "بل الرفيق الأعلى، بل الرفيق الأعلى".

¤ تخيير النبي صلى الله عليه وسلم حديث موضوع.

تحقیق:

حضرت جبریل علیہ السلام کا آنا اور ملک الموت کی اجازت والی تمام روایات انتہائی کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں.

● ١۴. **چودھویں روایت:**

ملَکُ الموت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:"اے پاکیزہ روح۔۔۔! اے محمد بن عبداللہ کی روح۔۔۔! اللہ کی رضا اور خوشنودی کی طرف روانہ ہو۔۔۔ راضی ہوجانے والے پروردگار کی طرف جو غضبناک نہیں۔۔۔!"

ووقف ملك الموت عند رأس النبي وقال: أيتها الروح الطيبة! (روح محمد بن عبدالله) أُخرُجي إلى رضا من الله ورضوان، ورب راض غير غضبان.

تحقیق:

ایسی کوئی روایت ثابت نہیں.

● ١۵. **پندرھویں روایت:**

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نیچے آن رہا، اور سر مبارک میرے سینے پر بھاری ہونے لگا، میں سمجھ گئی کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔۔۔ مجھے اور تو کچھ سمجھ نہیں آیا سو میں اپنے حجرے سے نکلی اور مسجد کی طرف کا دروازہ کھول کر کہا:"رسول اللہ کا وصال ہوگیا۔۔۔! رسول اللہ کا وصال ہوگیا۔۔۔!"

مسجد آہوں اور نالوں سے گونجنے لگی۔

ادھر علی کرم اللہ وجھہ جہاں کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے کہ پھر ہلنے کی طاقت تک نہ رہی۔

ادھر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ معصوم بچوں کی طرح ہاتھ ملنے لگے۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ تلوار بلند کرکے کہنے لگے:

"خبردار! جو کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے ہیں، میں ایسے شخص کی گردن اڑادوں گا۔۔۔! میرے آقا تو اللہ تعالی سے ملاقات کرنے گئے ہیں جیسے موسی علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کو گئے تھے، وہ لوٹ آئیں گے، بہت جلد لوٹ آئیں گے۔۔۔۔! اب جو وفات کی خبر اڑائے گا میں اسے قتل کرڈالوں گا۔۔۔"

تقول السيدة عائشه: فسقطت يد النبي وثقلت رأسه على صدري فعرفت أنه قد مات. فلم أدر ما أفعل. فما كان مني غير أن خرجت من حجرتي وفتحت بابي الذي يطل علي

الرجال في المسجد وأقول: مات رسول الله، مات رسول الله... تقول: فانفجر المسجد بالبكاء...

فهذا علي بن أبي طالب أقعد... وهذا عثمان بن عفان كالصبي يؤخذ بيده يمنى ويسرى...

وهذا عمر بن الخطاب يرفع سيفه ويقول: من قال أنه قد مات قطعت رأسه، إنه ذهب للقاء ربه كما ذهب موسي للقاء ربه وسيعود، ويقتل من قال أنه قد مات.

بعض الألفاظ السابقة شاذة ولا أصل لها، ولعل أغلبها ليس لها أصل ثابت.

تحقیق:

سوائے چند الفاظ کے باقی سب ثابت نہیں.

● ١٦. سولہویں روایت:

اس موقعے پر سب سے زیادہ ضبط، برداشت اور صبر کرنے والی شخصیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی تھی۔۔۔ آپ حجرۂ نبوی میں داخل ہوئے، رحمت دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر سر رکھ کر رو دیئے۔۔۔ کہہ رہے تھے: وآآآ خلیلاہ، وآآآ صفیاہ، وآآآ حبیباہ، وآآآ نبیاہ (ہائے میرا پیارا دوست۔۔۔! ہائے میرا مخلص ساتھی۔۔۔! ہائے میرا محبوب۔۔۔! ہائے میرا نبی۔۔۔!)

پھر آنحضرت صلی علیہ وسلم کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا: "یا رسول اللہ! آپ پاکیزہ جیے اور پاکیزہ ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور خطبہ دیا، فرمایا کہ: "جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے وہ سن رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالی شانہ کی ذات ہمیشہ زندگی والی ہے جسے موت نہیں۔"

أما أثبت الناس فكان أبوبكر الصديق رضي الله عنه دخل على النبي واحتضنه وقال: وا نبياه وا صفياه وا خليلاه!! وقَبَّل النبي في كل مرة.

- هذا جزء من حديث عند الإمام أحمد، قال عنه شعيب الأرنؤوط: إسناده حسن.

تحقیق:

یہ حصہ روایات سے ثابت ہے.

● ۱۷. سترھویں روایت:

سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔۔۔ عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: پھر میں کوئی تنہائی کی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں اکیلا بیٹھ کر روؤں۔۔۔

ويسقط السيف من يد عمر بن الخطاب، يقول: فعرفت أنه قد مات ويقول: فخرجت أجري أبحث عن مكان أجلس فيه وحدي لأبكي وحدي.

تحقیق:

ایسی کوئی روایت ثابت نہیں.

● ۱۸. اٹھارویں روایت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کر دی گئی۔۔۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر مٹی ڈالو۔۔۔؟"

پھر کہنے لگیں: يا أبتاه، أجاب ربا دعاه، يا أبتاه، جنة الفردوس مأواه، يا أبتاه، الى جبريل ننعاه.

(ہائے میرے پیارے بابا جان، کہ اپنے رب کے بلاوے پر چل دیئے، ہائے میرے پیارے بابا جان، کہ جنت الفردوس میں اپنے ٹھکانے کو پہنچ گئے، ہائے میرے پیارے بابا جان، کہ ہم جبریل کو ان کے آنے کی خبر دیتے ہیں).

ودفن النبي صلى الله عليه وسلم والسيده فاطمة تقول: أ طابت أنفسكم أن تحثوا التراب علي وجه النبي؟ ووقفت تنعي النبي وتقول: يا أبتاه.أجاب ربا دعاه، يا أبتاه، جنة الفردوس مأواه، يا أبتاه، الى جبريل ننعاه.

تحقیق:

یہ حصہ روایات سے ثابت ہے.

خلاصۃ التحقیق:

احادیث کی تحقیق کرنے والے ایک مستند ادارے سے جب اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس واقعے میں من گھڑت عبارات شامل کی گئی ہیں، لہذا یہ واقعہ اس طرح سے درست نہیں.

الدرجة: لا يصح بهذا التمام، وفيه عبارات موضوعة.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

خلاصہ کلام

آپ علیہ السلام کے انتقال سے متعلق بہت سی من گھڑت باتیں اور روایات کتب میں موجود ہیں، اور موجودہ زمانے کے خطباء اور سوشل میڈیا نے ان واقعات کو مختلف رنگ دے کر عوام کے سامنے پیش کرنا شروع کردیا ہے، جبکہ ان میں سے اکثر درست نہیں ہوتے، لہذا ایسے واقعات کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

29 جولائی ۲۰۱۹ مدینہ منورہ

متخصص فی الفقہ والعلوم الاسلامیہ
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
مفتی عبدالباقی اخونزادہ
Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 214

قبرِ رسول اور نور الدین زنگی

سوال: محمد علی مرزا صاحب کی ایک ویڈیو سامنے آئی ہے جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نور الدین زنگی کا مشہور واقعہ جس میں کچھ یہودی قبرِ رسول سے جسم مبارک چوری کرنے آئے تھے... الخ

یہ واقعہ بالکل من گھڑت ہے اور اس کے من گھڑت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس کتاب میں یہ واقعہ موجود ہے وہ ہے وفاء الوفاء اور اس کا مصنف علامہ سمہودی پانچ سو سال پہلے کے واقعے کو بلا سند بیان کرتا ہے جبکہ ان سے پہلے کسی نے یہ واقعہ بیان نہیں کیا، لہذا یہ ناقابل اعتبار ہے. دوسری وجہ ناقابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے:{واللہ يعصمك من الناس}اور اللہ آپ کی حفاظت کرے گا لوگوں کے شر سے. تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی بھی لشکر یا سپہ سالار کی ضرورت نہیں ہے... برائے مہربانی اس کی حقیقت بیان فرمادیں... (سائل: مولانا سفیان فاروق)

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ کتب تاریخ میں روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھود کر آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کو منتقل کرنے کی کوشش کرنے والوں کے پانچ واقعات منقول ہیں:

۱. پہلا واقعہ:

یہ عبیدی حاکم امر اللہ کے دور میں پیش آیا تاکہ آپ علیہ السلام کے جسد مبارک کو مصر منتقل کیا جائے اور لوگ مصر کو مرکز بنالیں، لیکن جب اہل مدینہ کو علم ہوا تو انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کرکے ان کو بھگا دیا، اور اگلے دن اللہ تبارک وتعالی نے ہوا چلا کر ان کی سازش کو ناکام بنادیا.

۲. دوسرا واقعہ:

دوسری کوشش بھی اسی خلیفہ نے کی، اس نے کچھ لوگ بھیجے جو سرنگ کے ذریعے آپ علیہ السلام کی قبر تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے تو اہلِ مدینہ کو ایک آواز سنائی دی کہ تمہارے نبی کے جسد مبارک کو لے جایا جارہا ہے، لوگوں نے تلاش کرکے ان لوگوں کو قتل کردیا.

۳. تیسرا واقعہ:

یہ واقعہ سلطان نورالدین زنگی کے زمانے میں پیش آیا کہ ایک عیسائی بادشاہ نے دو شخصوں کو بھیج کر کھدائی کروائی، سلطان کو خواب میں اس بات کی اطلاع دی گئی اور وہ دو شخص خواب میں دکھائے گئے..... الخ

۴. چوتھا واقعہ:

اس واقعے کو مؤرخ ابن جبیر نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ روم کے کچھ ڈاکو آپ علیہ السلام کے جسد مبارک کو نکالنے کی غرض سے مدینہ جارہے تھے تو ایک مشہور سپہ سالار حاجب لؤلؤ سے آمنا سامنا ہوا اور اس نے ان کو قتل کروایا۔

۵. پانچواں واقعہ:

یہ واقعہ ساتویں صدی کے درمیان میں ہوا جب آدھی رات کے وقت تقریبا چالیس لوگ (اس غرض سے) مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور منبر کے قریب زمین میں دھنس گئے۔

سلطان نور الدین زنگی کے واقعے کو سب سے پہلے بیان کرنے والا:

محمد علی مرزا کا دعوی ہے کہ اس واقعہ کو سب سے پہلے سمہودی نے نورالدین زنگی کے انتقال کے 500 سال بعد بغیر سند کے ذکر کیا ہے، انکا یہ دعوی ہی غلط ہے۔ اس واقعے کو سلطان کے انتقال کے 104 سال بعد پیدا ہونے والے مسجد نبوی کے مؤذنین میں سے علامہ مطری نے نقل کیا ہے۔

الجمال المطري محمد بن أحمد بن محمد بن خلف بن عيسى بن عباس بن بدر بن يوسف بن علي بن عثمان الأنصاري السعدي العبادي المدني العلامة أقضى القضاة جمال الدين أبو عبدالله مولده في سنة إحدى أو ثلاث وسبعين وستمائة.

شیخ المطری حدیث، فقہ اور تاریخ کے امام تھے، اسی طرح مدینہ منورہ کے امام، قاضی اور خطیب بھی رہے، مدینہ کی تاریخ پر ان کی کتاب ہے جسکا نام "التعريف بما أنست الهجرة من معالم دارالهجرة" ہے۔

وكان إماما له مشاركة وتبحر في فنون من العلم، منها: الحديث والفقه والتاريخ ولي نيابة القضاء والإمامة والخطابة بالمدينة النبوية على الحال بها أفضل الصلاة والسلام وألف لها تاريخا سماه (التعريف بما أنست الهجرة من معالم دار الهجرة)

روى عن أبي اليمن عبدالصمد بن عبدالوهاب ابن عساكر والحافظ شرف الدين الدمياطي والتاج علي بن أحمد الغرافي والأمين محمد بن القطب القسطلاني والامام

عفيف الدين عبدالسلام ابن محمد بن مزروع والشيخ أبي محمد عبدالله بن عمران السكري وأبي المعالي أحمد بن إسحاق بن المؤيد الأبرقوهي وتقي الدين الحسين بن علي بن ظافر بن أبي المنصور المالكي والعز الفارقي، وحدث بالحرمين الشريفين، مات رحمه الله تعالى بالمدينة الشريفة على الحال بها أفضل الصلاة والسلام في سنة إحدى وأربعين وسبعمائة ودفن بالبقيع.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ مطری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مطری مسجد نبوی کے مؤذنین میں سے تھے، بہترین آواز تھی اور ایک مفید تاریخ لکھی اور مختلف فنون میں ان کو مہارت تھی.

فقد ترجم له الحافظ ابن حجر في "الدرر الكامنة" (42/5) بقوله: وحدث وله نظم وكان أحد الرؤساء المؤذنين بالمسجد النبوي ومن أحسن الناس صوتاً، وصنف تاريخاً مفيداً وكانت له مشاركة في الفنون وناب في الحكم وفي الخطابة وفضائله جمة.

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے بعد مؤذنین کے رئیس بنے اور یہ مختلف علوم کے ماہر اور انساب عرب کے امام تھے اور مدینہ کی بہترین تاریخ لکھی.

وترجم له الحافظ السخاوي في "التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة" (413/2) ترجمة حافلة وصفه فيها بالحافظ وقال: وخلف والده في رئاسة المؤذنين بالمسجد النبوي وكان من أحسن الناس صوتاً وناب في الحكم والخطابة هناك وكان إماماً عالماً مشاركاً في العلوم عارفاً بأنساب العرب له يد في ذلك، مع زهد وعبادة وشعر رائق وفضائل جمة، وصنف للمدينة تاريخاً مفيداً.

ابن فہد نے بھی ان کو علم حدیث، فقہ اور تاریخ کا عالم قرار دیا اور ان کی کتاب کی تعریف کی.

وقال ابن فهد في "لحظ الألحاظ" (ص:75): العلامة أقضى القضاة جمال الدين أبو عبدالله، وكان إماماً له مشاركة وتبحر في فنون من العلم منها الحديث والفقه والتاريخ ولي نيابة القضاء والإمامة والخطابة بالمدينة النبوية، وألف لها تاريخاً سماه "التعريف بما أنست الهجرة من معالم دار الهجرة"، وكان ذا خلق حسن جامعا للفضائل والمحاسن صدراً من الصدور، وكان رئيس المؤذنين بالحرم الشريف النبوي.

حافظ ابن ناصر نے ان کی تاریخ سے حوالہ نقل کیا.

ووصفه الحافظ ابن ناصر الدين بالحافظ، ونقل عن تاريخه، فقال في توضيح المشتبه (239/6) تعقيباً على قول الحافظ الذهبي في "وغرس" بالضم: بئر غرس بالمدِينة، ذكره لي ابن المطري.

علامہ مطری کے اس واقعے کی سند:

جیسا کہ یہ بتایا گیا ہے کہ سلطان اور مطری کے درمیان ایک صدی کا فرق ہے اور اس میں علامہ مطری کی سند یہ ہے کہ میں نے یہ واقعہ یعقوب بن ابی بکر سے سنا اور انہوں نے اپنے بڑوں سے یہ بات سنی اور یعقوب کے والد حرم مدینہ کے خدام میں سے تھے جو مسجد نبوی میں لگنے والی آگ میں شہید ہوئے تھے.

أَنَّ المَطَرِيَّ يصرِّح بمن سمع منه هذه القصة، فيقول: سمعتُها من الفقيه علم الدين يعقوب بن أبي بكر المحترق أبوه ليلة حريق المسجد، عمن حدَّثه من أكابر من أدرك.

مطری سے اس واقعے کو نقل کرنے والے مؤرخین عظام:

١. الزين المراغي في "تحقيق النصرة" (ص:146-147).
٢. وابن قاضي شهبة في "الدر الثمين في سيرة نور الدين" (ص:72-73).
٣. والسمهودي في "وفاء الوفا" (650/2-651).
٤. وابن العماد في "شذرات الذهب" (230/4-231).
٥. والبرزنجي في "نزهة الناظرين" (ص:83-84)

- **حدیث اور تاریخ کی سند کا معیار ایک ہے یا الگ الگ:**

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ جس بات کی نسبت آپ علیہ السلام یا صحابہ کرام کی طرف کی جاتی ہے اس میں سند کی صحت کو دیکھا جاتا ہے، لیکن جو بات اس کے بعد تاریخ سے متعلق ہو اس میں اس بات کا اہل تاریخ کے درمیان مشہور ہونا ہی کافی ہوتا ہے.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: (قال الإمام أحمد: ثلاثة علوم ليس لها أصول: المغازي والملاحم والتفسير. وفي لفظ: "ليس لها أسانيد" ومعنى ذلك أن الغالب عليها أنها مرسلة ومنقطعة، فإذا كان الشيء مشهوراً عند أهل الفن وقد تعددت طرقه فهذا مما يرجع إليه أهل العلم بخلاف غيره).

- قال ابن تيمية رحمه الله: فعلماء الدين أكثر ما يحررون النقل فيما نقل عن النبي صلى الله عليه وسلم لأنه واجب القبول أو فيما ينقل عن الصحابة، وأما الاسرائيليات ونحوها فهم لا يكترثون بضبطها ولا بأحوال نقلها.

اس واقعے کے متعلق عرب علمائے کرام کی رائے:

شیخ صالح بن عثیمین سے جب یہ واقعہ پوچھا گیا تو انہوں نے باقاعدہ اس واقعے کو بیان کیا، گویا اس کے وقوع کی تصدیق کی.
عرب کی مشہور علم حدیث کی تحقیق کرنے والے ادارے الاسلام سوال جواب، ملتقی اہل حدیث اور اسلام ویب نے بھی باقاعدہ ان واقعات کو بیان کیا ہے اور اس پر رد نہیں کیا.

انجینیر محمد علی مرزا رہبر یافتہ:

انجینئر محمد علی مرزا نہ تو باقاعدہ عالم ہیں اور نہ ہی دینی تعلیم باقاعدہ طور پر حاصل کی ہے بلکہ اپنے مطالعے سے اردو ترجمے کے ذریعے چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت سرسری سی باتوں سے متاثر ہوتے ہیں (جیسا کہ نماز میں ہاتھوں کے چھوڑنے کی روایات میں شیعوں سے متأثر ہوئے ہیں) اور واضح روایات کا انکار کرتے ہیں (جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل) اور تمام امت کی غیر معمول روایت کو عمل میں لانے کی بات کرتے ہیں (جیسا کہ ظہر عصر کو مدینہ میں جمع کرنے کی روایت)

ان کے بارے میں موجودہ دور کے علمائے کرام کی رائے درج ذیل ہے:

علمائے اہل حدیث کی رائے:

یہ خود کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شاگرد ظاہر کرتا ہے حالانکہ حافظ عمر صدیق حفظہ اللہ سے میں نے محمد علی مرزا کے متعلق انکا موقف دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میرا اس کے بارے میں وہی موقف ہے جو شیخ زبیر علی زئی کا تھا کہ وہ متروک ہے.

• علمائے دیوبند کی رائے:

ہمارے علم کے مطابق یہ شخص (یعنی انجینیئر مرزا علی) فکری انحراف کا شکار ہے، اس لئے اس کے بیانات سننے سے احتراز کیا جائے، کسی مسئلے سے متعلق حکم شرعی معلوم کرنا ہو یا کسی مسئلے پر کوئی اشکال ہو تو مستند علماء سے رابطہ کرکے حکم شرعی یا اشکال کا جواب معلوم کرلیا جائے، یہی اسلم طریقہ ہے۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

• علمائے بریلوی کی رائے:

میں سید مبشر رضا قادری آمنے سامنے بیٹھ کر مرزا کو مناظرہ کی دعوت پیش کرتا ہوں.(تاریخ دعوت مناظرہ:28-1-2017)

ڈاکٹر حافظ زبیر نے محمد علی مرزا کے ریسرچ پیپر کے حوالے سے ان سے ایک طویل مکالمہ کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ انجینئر مرزا صاحب دین اور دینی علوم سے حد درجے دور ہیں۔

عربی میں اصول حدیث، اصول فقہ، اصول تفسیر، عقیدہ وغیرہ کی کسی کتاب کے بھی نہ تو دو لفظ پڑھ سکتے اور نہ ہی ان کا ترجمہ کر سکتے ہیں۔

مرزا صاحب ترجمے کی کتابوں سے کام چلاتے ہیں، عربی زبان کے علاوہ دینی علوم کی بنیادی اصطلاحات سے بھی ناواقف ہیں۔

خلاصہ کلام

سلطان نور الدین زنگی کے زمانے میں آپ علیہ السلام کی قبر مبارک پر پیش آنے والا تاریخی واقعہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہر زمانے کے مؤرخین نے نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ اس کو بیان بھی کیا ہے، لہذا کسی شخص کے انکار کرنے سے اس واقعے کا انکار نہیں کیا جا سکتا، خصوصا جبکہ اس بات کو بیان کرنے والا شخص خود بھی علمی اعتبار سے اس قابل نہ ہو کہ اس کی تحقیق کو قابل اعتبار مانا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۲ اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر215

حوضِ کوثر کی آواز

سوال: کچھ دن پہلے ایک مستند عالمِ دین سے میں نے ایک روایت سنی جس کا مفہوم یہ تھا کہ انسان اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالے تو اس وقت محسوس ہونے والی آواز حوض کوثر کے پانی کے بہنے کی ہوتی ہے...مزید فرمایا کہ یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے..شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس حدیث کو تلاش کر کے معلومات میں اضافے کے لئے شیئر کیا جائے...کنز العمال میں حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: إذا جعلت اصبعيك في أذنيك سمعت خرير الكوثر. یعنی جب تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے تو آپ کوثر کے بہنے کی آواز سنے گا... (كنز العمال، كتاب القيامة، الباب الاول فی امور تقع قبلها، جلد: 14، صفحه: 425، بيروت)

یہی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ نے شرح ابی داؤد اور عمدۃ القاری میں، علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح علیہ الرحمہ نے التنویر شرح جامع صغیر میں بھی نقل فرمائی...شرح ابى داؤد للعينى کے الفاظ یہ ہیں: "من أراد أن يسمع خريره فليدخل إصبعيه في أذنيه". یعنی جو آپ کوثر کے بہنے کی آواز سننے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرے...(شرح ابى داؤد للعينى، جلد:3، صفحه: 437، مطبوعه رياض) کیا یہ پوسٹ درست ہے؟

الجواب باسمه تعالی

سوال میں مذکور روایات کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بات کی کچھ نہ کچھ اصل موجود ہے، اگرچہ کچھ روایات اس باب میں ثابت نہیں اور کچھ ضعیف ہیں.

- **پہلی روایت:**

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالی نے جنت میں ایک نہر عطا کی ہے جس کا نام کوثر ہے، کوئی شخص اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرے تو اس نہر کے بہنے کی آواز سنے گا. عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی انگلیاں کان میں ڈالو تو جو آواز سنائی دے وہ کوثر کی آواز ہے.

ونحوه ما عزاه السهيلي وغيره للدارقطني من حديث مالك بن مغول عن الشعبي عن مسروق عن عائشة مرفوعا: "إن الله أعطاني نهرا يقال له الكوثر في الجنة لا يدخل أحد أصبعيه في أذنيه إلا سمع خرير ذلك النهر". قالت: فقلت: يارسول الله! وكيف ذلك قال: أدخلي أصبعيك في أذنيك وشدي، والذي تسمعين منهما من خرير الكوثر.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

علامہ سخاوی نے اس روایت کو مقاصد حسنہ میں نقل کیا ہے. (حدیث نمبر:70، صفحہ نمبر:79) اور فرمایا کہ اسی طرح کی ایک روایت میں حضرت عائشہ کا قول بھی منقول ہے کہ جو شخص حوض کوثر کی آواز سننا چاہے تو اپنی انگلی اپنے کانوں میں داخل کرے. لیکن یہ روایت موقوف ہونے کے ساتھ ہی منقطع بھی ہے. اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں.

وهو عند ابن جرير في تفسيره عن أبي كريب عن وكيع عن أبي جعفر الرازي عن ابن أبي نجيح عن عائشة من قولها قالت: من أحب أن يسمع خرير الكوثر فليجعل اصبعيه في أذنيه، وهذا مع وقفه منقطع، وقد رواه بعضهم عن ابن أبي نجيح عن رجل عنها *ولا يثبت.

شیخ محمد بن عمرو عبد اللطیف اپنی کتاب (تكميل النفع بما لم يثبت فيه وقف ولا رفع) میں اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اور اس پر موضوع (من گھڑت) کا حکم لگاتے ہیں.

وفي كتاب "تكميل النفع بما لم يثبت فيه وقف ولا رفع" للشيخ محمد عمرو عبداللطيف.

الحديث الأول: "إذا جعلت إصبعيك في أذنك، سمعت خرير الكوثر". موضوع.

آگے لکھتے ہیں کہ اس کو دار قطنی نے نقل کیا ہے لیکن یہ دار قطنی کی مشہور کتب سنن میں نہیں.

رواه الدارقطني كما في "الجامع الصغير" (553) عن عائشة، رضي الله عنها. وما هو في "سننه" المتبادرة لدى الإطلاق، فلعله في غيرها.

شیخ البانی نے جب اس روایت کو نقل کیا تو اس پر موضوع (من گھڑت) کا حکم لگایا.

¤ وأورده الشيخ الألباني حفظه الله في "ضعيف الجامع" (170/1) وقال: موضوع.

وأحال على كتاب "تذكرة الموضوعات" للشيخ الفتني رحمه الله.

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول یہ ہے کہ جو شخص کوثر کی آواز سننا چاہے وہ اپنی انگلی اپنے کانوں میں داخل کرے۔

ففي "زهد هناد" (141) و"تفسير الطبري" (207/30) عن وكيع عن أبي جعفر الرازي عن ابن أبي نجيح عنها قالت: من أحب أن يسمع خرير الكوثر، فليجعل إصبعيه في أذنيه. (ورواه الطبري عن ثقتين عن أبي جعفر الرازي عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن رجل عنها بنحوه).

بیہقی نے نقل کیا ہے کہ {إنا اعطيناك الكوثر} کی تشریح میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ جنت کی نہر ہے۔

وروى البيهقي في "البعث" (130) من طريق يونس بن بكير عن عيسى عن عبدالله التميمي (هو جعفر الرازي) عن ابن أبي نجيح قال: في قوله {إنا أعطيناك الكوثر} قال: نهر في الجنة. وقالت عائشة: هو نهر في الجنة، ليس أحد يدخل..... الأثر.

یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی ابو جعفر الرازی ضعیف راوی ہے اور اس کی سند متصل بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ سے روایت کرنے والے ابو نجیح کا سماع صحابہ سے ثابت نہیں۔

قلت: وإسناده ضعيف، مداره على أبي جعفر الرازي، قال الحافظ رحمه الله في "التقريب" (8019): صدوق سيئ الحفظ خصوصاً عن مغيرة. وأما الانقطاع، فقال الحافظ العلائي رحمه الله في "جامع التحصيل" (406): عبدالله بن أبي نجيح يسار المكي، ذكره ابن المديني فيمن لم يلق أحداً من الصحابة رضي الله عنهم.

کیا کان میں انگلی رکھنے سے بعینہ حوض کوثر کی آواز آتی ہے؟

۱. حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حوض کوثر جیسی آواز سننا چاہتا ہو وہ اپنے کانوں میں انگلی رکھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بعینہ وہی آواز ہے جو حوض کوثر کی ہے۔

قال العماد بن كثير: ومعناه: من أحب أن يسمع خرير الكوثر أي نظيره وما يشبهه لا أنه يسمعه بعينه بل شبهت دويه بدوي ما تسمع إذا وضع الإنسان أصبعيه في أذنيه... والله أعلم.

۲. علامہ ابن القیم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ کان میں انگلی رکھنے سے حوض کوثر جیسی آواز سنائی دے گی.

قال العلامة ابن القيم رحمه الله في "حادي الأوراح" ص:148-149): وقالت عائشة:..... فذكره، قال: وهذا معناه (والله أعلم) أن خرير ذلك النهر يشبه الخرير الذي يسمعه حين يُدخل إصبعيه في أذنيه.

۳. علامہ مناوی سے بھی یہی منقول ہے کہ کان میں انگلی رکھنے سے جو آواز آتی ہے وہ حوض کوثر کی آواز جیسی ہے نہ کہ بعینہ وہی آواز ہے.

وقال المناوي: قال ابن الأثير: معناه: من أحب أن يسمع خرير الكوثر أي نظيره أو ما يشبهه (لا أنه يسمعه بعينه) بل شبيه دويه بدوى ما يسمع إذا وضع إصبعيه في أذنيه.

خلاصہ کلام

کان میں انگلی رکھنے سے حوض کوثر جیسی آواز سنائی دینے کے متعلق آپ علیہ السلام سے جو روایت منقول ہے وہ سند کے لحاظ سے ثابت نہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو اقوال منقول ہیں وہ بھی سند کے لحاظ سے کمزور ہیں۔

علمائے امت نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس سے بعینہ وہ آواز نہیں بلکہ اس جیسی آواز مراد ہے، لہذا اس روایت کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ
۱۳ اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 216

خصی جانور کی قربانی کرنا

سوال: ایک روایت سنی ہے کہ آپ علیہ السلام نے جانور کو خصی کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے، جبکہ ہمارے ہاں تو خصی جانور کو قربانی میں زیادہ پسند کرتے ہیں... اس حدیث کے بارے میں وضاحت فرمادیجئے...

الجواب باسمه تعالی

سوال میں مذکور روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے جانوروں کو خصی کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے.

ما رواه البزار، قال الشوكاني في "نيل الأوطار": إسناده صحيح من حديث ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن صبر الروح وعن إخصاء البهائم نهيا شديدا.

علمائے امت کی نظر میں اس حدیث کی تشریح:

۱. **پہلا قول:**

کسی بھی جانور کو خصی کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ تخلیق کی تبدیلی اور حدیث کے خلاف ہے... یہ قول بعض صحابہ اور تابعین کا ہے.

وقد استدل بعض الصحابة والتابعين على عدم جواز إخصاء البهائم بقوله تعالى: {وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ الله} (النساء: 119).

۲. **دوسرا قول:**

سواری والے جانوروں کو بلاضرورت خصی کرنا منع ہے، البتہ کھانے کی غرض سے کسی حلال جانور کو خصی کرنا منع نہیں.

۱. **پہلی دلیل:**

آپ علیہ السلام نے خود خصی جانور کی قربانی فرمائی.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ، اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوءَيْنِ، فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ لِمَنْ شَهِدَ لِله بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَذَبَحَ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

اُمّ المؤمنین عائشہ اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے، موٹے سینگ دار، چتکبرے، خصی کئے ہوئے مینڈھے خریدتے، ان میں سے ایک اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرماتے، جو اللہ کی توحید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، اور دوسرا محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح فرماتے۔

تفرد به ابن ماجه، (تحفة الأشراف: ١٤٩٦٨، ١٧٧٣١، ومصباح الزجاجة: ١٠٨٣)، وقد أخرجه مسند احمد (٦/٢٢٠) (صحيح)

(سنن ابن ماجه، حديث نمبر: 3122)

٢. دوسری دلیل:

صحابہ کرام یہ سمجھتے تھے کہ خصی کرنے کی ممانعت سواری والے جانوروں میں ہے۔

قال الحافظ ابن كثير في تفسيره: قال ابن عباس: يعني بذلك خصي الدواب، وكذا روي عن ابن عمر وأنس وسعيد بن المسيب وعكرمة وأبي عياض وقتادة وأبي صالح والثوري.

٣. تیسری دلیل:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے گھوڑے اور دوسرے سواری والے جانوروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا۔

وذلك لما رواه أحمد (4769) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن إخصاء الخيل والبهائم. وقال ابن عمر: فيها نماء الخلق. قال شعيب الأرنؤوط في تحقيق المسند: إسناده ضعيف وقد روي موقوفا ومرفوعا وموقوفه هو الصحيح.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
www.tambeehat.com

۴. چوتھی دلیل:

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اہل مصر کو گھوڑے خصی کرنے سے منع فرمایا.

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں: كتب عمر بن عبدالعزيز إلى أهل مصر ينهاهم عن خصاء الخيل، وأن يجريئ الصبيان الخيل.

- حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اہل مصر کی طرف خط لکھا جس میں گھوڑوں کو خصّی کرنے اور بچوں کے گھوڑوں کو دوڑانے سے ان کو منع فرمایا۔(مصنف ابن ابي شيبة: ۱۲/ ۲۲۵،وسندہ صحیحٌ)
- امام عبد الرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے جانور کو خصّی کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: كانوا يكرهون خصاء كلّ شيء له نسل. اسلاف ان تمام چیزوں کو خصّی کرنا مکروہ سمجھتے تھے جن کی نسل چل سکتی ہے۔(مصنف عبد الرزاق: ۴/ ۴۵۸،ح: ۸۴۴۷)
- امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بکرے اور دنبے کو خصّی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (تفسیر الطبری: ۱۰۴۷۵، وسندہ صحیحٌ)
- امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: إنّ أباه (عروة بن الزبير) خصى بغلا له. ان کے والد عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ نے اپنا ایک خچر خصّی کیا تھا۔ (مصنف ابن ابي شيبة: ۱۲/ ۲۲۶،وسندہ صحیحٌ)
- امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ گھوڑے کو خصّی کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے. (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۲/ ۲۲۷،وسندہ صحیحٌ)

ويحتمل جواز ذلك إذا اتّصل به غرض صحيح كما روينا عن التابعين.

جب کوئی واقعی ضرورت درپیش ہو تو خصّی کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے تابعین کرام سے یہ بات روایت کی ہے۔(السنن الکبری للبیہقی: ۱۰/ ۲۴)

فقہائے کرام کے اقوال:

۱. امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جانوروں کو خصی کرنے میں ان کا ہی فائدہ ہے، لہذا ایسا کرنا درست ہے.

ما جاء في "الموسوعة الفقهية" (112/19): قرر الحنفية أنه لا بأس بخصاء البهائم؛ لأن فيه منفعة للبهيمة والناس.

۲. مالکیہ کہتے ہیں کہ کھائے جانے والے جانور کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں.

وعند المالكية: يجوز خصاء المأكول من غير كراهة؛ لما فيه من صلاح اللحم.

۳. شافعیہ کہتے ہیں کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کو خصی کرنا جائز ہے اور دوسرے جانوروں کا جائز نہیں.

والشافعية فرقوا بين المأكول وغيره، فقالوا: يجوز خصاء ما يؤكل لحمه في الصغر، ويحرم في غيره.

۴. حنابلہ کہتے ہیں کہ بکروں کو خصی کرنے میں حرج نہیں، البتہ دیگر جانوروں میں منع ہے.

أما الحنابلة فيباح عندهم خصي الغنم لما فيه من إصلاح لحمها، وقيل: يكره كالخيل وغيرها.

- **دارالعلوم دیوبند کا فتوی:**

خصی جانور کی قربانی کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل و بہتر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے.

عن جابر رضي الله عنه قال: ذبح النبي صلى الله عليه وسلم يوم الذبح كبشين أملحين موجوئين. (مشكاة)

وفي الهداية: ويجوز أن يضحى بالجماء والخصي لأن لحمها أطيب.

خصی جانور نہ ہونے پر مادہ جانور کی قربانی افضل ہے، افضلیت حاصل کرنے کے لئے قربانی کے موقع پر جانور کو خصی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ خصی جانور کی قربانی افضل و بہتر اس لئے ہے کہ وہ فربہ اور اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں اس وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب کہ جانور کو پہلے سے ہی خصی کر دیا جائے، بعض لوگوں کا خصی کرنے کو جانور پر مطلقا ظلم قرار دینا درست نہیں، خصی کرنا جانور پر اس وقت ظلم ہو گا جب کہ عمل خصاء سے مقصد لہو و لعب ہو، فقہاء نے اس کو ناجائز لکھا ہے، لیکن اگر جانور کو خصی کرنے سے مقصد منفعت ہو تو یہ جائز ہے اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہو گیا تو اب ایک مؤمن کو اس میں کیا تردّد ہونا چاہیئے.

(واللہ تعالیٰ اعلم)

(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

خلاصہ کلام

بلاوجہ نسل کشی کی نیت سے یا کھیل کود کی غرض سے جانور کو(تکلیف دیتے ہوئے) خصی کرنا شرعاممنوع اور ناپسندیدہ ہے، البتہ جانور کو فربہ کرنے اور اس کے گوشت کو اچھا کرنے کی غرض سے خصی کرنے میں شرعاکوئی حرج نہیں، لہذا اس کو ممنوع قرار دینا روایۃً اور درایۃً دونوں طرح سے درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:عبدالباقی اخونزادہ

۱۵اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 217

مسجدِ خیف میں انبیاء کی قبریں

سوال: محترم مفتی صاحب!!
ہم نے یہ بات سنی تھی کہ مسجد خیف میں انبیائے کرام کی قبریں ہیں اور اسی طرح مسجد حرام میں بھی انبیائے کرام کی قبریں ہیں... کیا یہ باتیں درست ہیں؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ آپ علیہ السلام کی قبر کے علاوہ دنیا میں کسی بھی نبی کی قبر کے بارے میں یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فلاں نبی کی قبر ہے، اگرچہ ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے بارے میں بہت مشہور ہے کہ وہ الخلیل فلسطین میں واقع ہے.
یہی بات علامہ ابن تیمیہ نے نقل کی ہے.

وقال رحمه الله: قال طائفة من العلماء منهم عبدالعزيز الكناني: كل هذه القبور المضافة إلى الأنبياء لا يصح شيء منها إلا قبر النبي صلى الله عليه وسلم، وقد أثبت غيره أيضا قبر الخليل عليه السلام. (مجموع الفتاوى:446/27)

مسجدِ خیف میں انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کے وجود اور عدم وجود کے بارے میں دو مختلف آراء پائی جاتی ہیں:

- ۱. **پہلی رائے:**

مسجد خیف میں انبیاء کی قبریں موجود ہیں:

روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ مسجد خیف میں انبیائے کرام کی قبریں موجود ہیں.

حدیث: آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد خیف میں ستر (۷۰) نبیوں کی قبریں ہیں.

۱. المعجم الكبير: حدثنا عبدان بن أحمد ثنا عيسى بن شاذان ثنا أبو همام الدلال ثنا إبراهيم بن طهمان عن منصور عن مجاهد عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: في مسجد الخيف قبر سبعين نبيا.

٢. المطالب العالية: ابويعلى.

٣. المحدث: الهيثمي.
- المصدر: مجمع الزوائد.
- الصفحة أو الرقم: (300/3)

٤. ابن حجر العسقلاني.
- المصدر: مختصر البزار.
- الصفحة أو الرقم: (476/1)

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے ابراہیم بن طہمان جن پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے.

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بعض اوقات کمزور چیزیں نقل کرتے ہیں حالانکہ ابن طہمان ثقہ راوی ہے جب ان سے نقل کرنے والا ثقہ ہو اور یہ اپنے عقیدے ارجاء میں شدت پسند بھی نہیں تھے اور اسکی طرف داعی بھی نہیں تھے۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے رجوع بھی کرلیا تھا.

وقال ابن حبان في "الثقات": قد روى أحاديث مستقيمة تشبه أحاديث الأثبات وقد تفرد عن الثقات بأشياء معضلات. (تہذيب التذيب)
قلت: الحق فيه أنه ثقة صحيح الحديث إذا روى عنه ثقة، ولم يثبت غلوه في الإرجاء و لا كان داعية إليه بل ذكر الحاكم أنه رجع عنه. والله أعلم.

گویا مسجد خیف میں انبیاء کرام کی قبریں موجود ہیں یہ روایات درست ہیں

- ٢. دوسری رائے:

مسجد خیف میں انبیائے کرام کی قبریں موجود نہیں:

علمائے کرام کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مکہ مکرمہ میں تو انبیائے کرام کی قبریں موجود ہیں لیکن مسجد خیف میں نہیں.

تنبیہات
متخصص فی الفقه والعلوم الاسلامیه
Mufti Abdul Baqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-500440798
www.tambeehat.com

۱. ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد خیف میں ستر (۷۰) نبیوں نے نماز پڑھی ہے.

فعن محمد بن فضيلٍ، عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبيرٍ، عن ابن عباسٍ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلَّى في مسجد الخيف سبعون نبيًّا، منهم موسى، كأني أنظر إليه وعليه عباءتان قطوانيتان، وهو محرمٌ على بعيرٍ من إبل شنوءة، مخطومٍ بخطام ليفٍ له ضفران.

۲. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد خیف میں ستر (۷۰) نبیوں نے نماز پڑھی اور حراء پہاڑ اور ثبیر پہاڑ کے درمیان ستر (۷۰) نبیوں کی قبریں ہیں.

ورُوِي نحوه عن أبي هريرة موقوفًا؛ فعن عبدالملك بن أبي سليمان، حدثني عطاء، عن أبي هريرة قال: صلى في مسجد الخيف سبعون نبيًّا، وبين حِرَاء وثَبِير سبعون نبيًّا.

کیا مسجد خیف میں آدم علیہ السلام کی قبر موجود ہے؟

اس بارے میں بعض روایات منقول ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مسجد خیف میں ہے۔

دار قطنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی اور مسجد خیف میں ان کو دفن کیا گیا.

أخرج الدارقطني في "سننه" عن ابن عباس وفيه: صلى جبريل بالملائكة على آدم ودفن في مسجد الخيف.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

۱. اس روایت میں عبدالرحمن بن مالک بن مغول متروک راوی ہے.

وهذا الأثر فيه عبدالرحمن بن مالك بن مغول، وهو متروك، كذا قال الدارقطني.

۲. اسی مضمون کی دوسری روایت ابن عساکر میں موجود ہے لیکن اس میں کلبی جھوٹا راوی ہے.

وجاء عند ابن عساكر وابن سعد كما في "الدر المنثور" (334/3)، إلا أن السند فيه الكلبي، وهو كذاب.

۳. تیسری روایت مجاہد سے منقول ہے لیکن اس کی سند میں بھی جھوٹے راوی ہیں.

وجاء عند أبي الشيخ عن مجاهد أيضاً، إلا أنه لم يصح إلى مجاهد؛ لأنه مسلسل بالكذابين.

گویا مسجد خیف میں آدم علیہ السلام کی قبر والی روایت درست نہیں.

حضرت آدم کی قبر بیت المقدس میں:

خالد بن معدان سے روایت منقول ہے کہ آدم علیہ السلام کی قبر بیت المقدس میں ہے.

وأخرج أبو الشيخ في "العظمة" عن خالد بن معدان أن آدم لما توفي حمله مائة وخمسون رجلا من الهند إلى بيت المقدس ودفنوه بها وجعلوا رأسه عند الصخرة.
وفيه مجاهيل، وأعظم من هذا أنه من الإسرائيليات.

یہ روایت بھی ثابت نہیں.

مسجد حرام میں انبیائے کرام کی قبریں:

١. پہلی روایت:

حطیم سے لے کر رکن یمانی تک انبیائے کرام کی قبریں موجود ہیں، جب کسی نبی کی قوم ان کو تکلیف پہنچاتی تو وہ نبی مکہ جاتا اور انتقال تک وہیں عبادت کرتا.

أخرج الطبراني عن ابن عباس قال: أول من طاف بالبيت الملائكة، وإن ما بين الحجر إلى الركن اليماني لقبور من قبور الأنبياء، كان النبي منهم عليهم السلام، إذا آذاه قومه خرج من بين أظهرهم فعبد الله فيها حتى يموت.

٢. دوسری روایت:

مقام ابراہیم سے لے کر حجر اسود اور زمزم کے کنویں سے حطیم تک ستتر (٧٧) انبیائے کرام کی قبریں موجود ہیں جو حج کرنے آئے تھے اور یہیں انتقال کر گئے.

وأخرج الأزرقي والبيهقي من طريق عبدالرحمن بن سابط عن عبدالله بن ضمرة السلولي قال: ما بين المقام إلى الركن إلى بئر زمزم إلى الحجر قبر سبعة وسبعين نبيا، جاؤوا حاجين فماتوا فقبروا هنالك.

٣. تیسری روایت:

جب کسی نبی کی قوم ہلاک ہوجاتی تو وہ نبی مکہ جاتا اور انتقال تک وہیں عبادت کرتا۔ مکہ میں نوح، ھود، صالح، شعیب علیہم السلام کی قبریں زمزم اور حطیم کے درمیان ہیں.

وأخرج الجندي من طريق عطاء بن السائب عن محمد بن سابط عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "كان النبي من الأنبياء إذ هلكت أمته لحق بمكة فيتعبد فيها النبي ومن معه حتى يموت، فمات بها نوح وهود وصالح وشعيب عليهم السلام، وقبورهم بين زمزم والحجر".

۴. چوتھی روایت:

ابن عباس کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں صرف دو نبیوں کی قبریں ہیں: اسماعیل اور شعیب علیہما السلام.. اور یہ حطیم میں حجر اسود کے سامنے.

ويروون عن ابن عباس أنه قال: في المسجد الحرام قبران ليس فيه غيرهما؛ قبر إسماعيل وشعيب في الحجر مقابل الركن الأسود.

یہ روایت درست نہیں.

وهذا الأثر فيه محمد بن السائب الكلبي وهو كذاب.

۵. پانچویں روایت:

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کی قبریں حطیم میں ہیں.

ولقد دفن سيدنا إسماعيل وأمه السيدة هاجر فی حجر اسماعیل.

نوٹ: یہ تمام روایات سند کے لحاظ سے اس قابل نہیں کہ ان کی بنیاد پر کوئی دعوی کیا جاسکے یا ان روایات کو صحیح کہا جاسکے.

خلاصہ کلام

مکہ مکرمہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں موجود ہیں لیکن متعین طور پر کسی جگہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا.

اسی طرح مسجدِ خیف میں انبیائے کرام کی قبریں موجود ہیں لیکن کسی مخصوص نبی کی قبر کا دعوی درست نہیں.

چونکہ یہ قبریں زمانہ گذرنے کی وجہ سے مٹ چکی تھیں، لہذا ان پر مسجد بنانا اور اس مسجد میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۶ اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 218

مزدلفہ کی رات کا خاص عمل

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی تحقیق مطلوب ہے...

ابن جوزی کی مثیر العزم میں ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص شبِ بقر عید (مزدلفہ کی رات) دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پندرہ مرتبہ، سورہ اخلاص پندرہ مرتبہ، سورہ فلق پندرہ مرتبہ، سورہ ناس پندرہ مرتبہ پڑھے، سلام کے بعد آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھے اور استغفر اللہ پندرہ مرتبہ پڑھے، اللہ پاک اسکا نام اہلِ جنت میں کردے گا۔ کھلے اور چھپے اسکے سب گناہ معاف کردے گا اور ہر آیت جو اس نے پڑھی ہے اسکے بدلے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا، اور خاندان اسماعیل علیہ السلام کے ساٹھ غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اگر اس دن کے اور اگلے جمعے کے درمیان انتقال کرگیا تو شہید کی موت ہوگی۔ (القری، اتحاف السادہ) شائل کبری مفتی ارشاد صاحب. کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور روایت ابن جوزی کی کتاب مثیر العزم الساکن الی اشرف الاماکن سے منقول ہے.

ابن جوزی اپنی سند سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں:

أخبرنا محمد بن أبي منصور قال أخبرنا محمد بن علي النرسي قال أخبرنا محمد بن علي بن عبدالرحمن قال أخبرنا محمد بن أبي الجراح قال أخبرنا ابي قال ثنا إسحاق بن أحمد قال ثنا أحمد بن محمد بن غالب قال ثنا الوليد بن مسلم عن عبدالرحمن بن يزيد بن قاسم بن عبدالرحمن عن أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوعًا: مَنْ صَلَّى لَيْلَةَ النَّحْرِ رَكْعَتَيْنِ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِ: فَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، فَإِذَا سَلَّمَ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَيَسْتَغْفِرُ اللهَ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، جَعَلَ اللهُ اسْمَهُ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَغَفَرَ لَهُ ذُنُوبَ السِّرِّ وَالْعَلانِيَةِ، وَكَتَبَ لَهُ لِكُلِّ آيَةٍ قَرَأَهَا حَجَّةً وَعُمْرَةً، وَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ سِتِّينَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، فَإِنْ مَاتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى مَاتَ شَهِيدًا.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tanbeehat.com

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

"الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ" میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے احمد بن محمد بن غالب (غلام خلیل) اس راوی کے بارے میں محدثین کا کلام کافی سخت ہے.

۱. ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس روایت کو نقل کیا اور فرمایا کہ یہ من گھڑت روایت ہے اور غلام خلیل روایت گھڑتا تھا.

أَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَوْزِيّ، بِسَنَدٍ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ غَالِبٍ غُلامُ خَلِيلٍ، وَقَالَ: مَوْضُوعٌ وَهُوَ وَضَّاعٌ. وَأَقَرَّهُ عَلَيْهِ السُّيُوطِيُّ، وَابْنُ عِرَاقٍ، وَغَيْرُهُمَا.

۲. غلام خلیل بغداد کے بڑے عابدوں میں سے تھا، ابن عدی کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ نہاوندی کہتے ہیں کہ میں نے غلام خلیل سے پوچھا کہ یہ روایات کہاں سے بیان کرتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہم نے یہ روایات اسلئے بنائی ہیں تاکہ لوگوں کے دل نرم کرسکیں.

وكان من كبار الزهاد ببغداد. قال ابن عَدِي: سمعت أباعبدالله النهاوندي يقول: قلت لغلام خليل: ما هذه الرقائق التي تحدث بها؟ قال: وضعناها لنرقق بها قلوب العامة.

۳. ابوداود کہتے ہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بغداد کا دجال ہے.

وقال أبُوداود: أخشى أن يكون دجال بغداد.

۴. امام حاکم کہتے ہیں کہ ابوبکر بن اسحاق کہتے تھے کہ غلام خلیل کے جھوٹے ہونے میں شک نہیں.

وقال الحاكم: سمعت الشيخ أبابكر بن إسحاق يقول: أحمد بن محمد بن غالب ممن لا أشك في كذبه.

۵. ابوداود کہتے ہیں کہ اس کی چار سو (۴۰۰) روایات کی سند اور متن جھوٹے ہیں.

وقال أبُوداود: قد عرض علي من حديثه فنظرت في أربع مِئَة حديث أسانيدها ومتونها كذب كلها.

۶. امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا.

وقال الحاكم: روى عن جماعة من الثقات أحاديث موضوعة.

مزدلفہ کی تہجد:

مزدلفہ کی رات حج کی عظیم ترین راتوں میں سے ہے اور اس کا قیام واجب ہے، لیکن کیا آپ علیہ السلام نے اس رات تہجد کی نماز ادا کی ہے؟

۱. حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور پھر آپ علیہ السلام فجر تک لیٹے رہے.

ففي حديث جابر بن عبدالله أن الرسول صلى الله عليه وسلم جمع بين المغرب والعشاء، ثم اضطجع حتى طلع الفجر، وحديث جابر في صحيح مسلم.

۲. ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا اور ان دونوں نمازوں کے بعد کوئی نماز ادا نہیں کی.

وفي حديث ابن عمر وهو في البخاري وفي صحيح مسلم أيضاً أن الرسول صلى الله عليه وسلم جمع بين المغرب والعشاء ولم يصلي على أثر كل صلاة شيئاً.

اسی لئے علمائے کرام نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام سے اس رات میں نفلی عبادت ثابت نہیں.

نوٹ: آپ علیہ السلام چونکہ مسافر تھے اسلئے آپ علیہ السلام نے سنتیں ادا نہیں فرمائیں، البتہ جو لوگ مقیم ہوں وہ سنتوں کا اہتمام فرمائیں.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور روایت سند کے لحاظ سے بلکل بھی درست نہیں اور نہ ہی مزدلفہ کی رات آپ علیہ السلام سے کوئی خاص عمل ثابت ہے، البتہ اگر کوئی شخص کچھ انفرادی اعمال کرنا چاہے تو ممانعت نہیں، لیکن کسی خاص نماز یا عمل کا کرنا اور اس کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے پھیلانا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۷ اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 219

جبلِ رحمت کی اہمیت

سوال: عرفات میں موجود پہاڑی کو جبلِ رحمت کہا جاتا ہے، حاجی بہت شوق سے اس جگہ پر آتے ہیں اور دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، اسی طرح اس پر چڑھنے کو اور وہاں دعا مانگنے کو سنت قرار دیا جاتا ہے، نیز آپ علیہ السلام کے حجۃ الوداع کے خطبے کو بھی اس پہاڑی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے... کیا یہ تمام باتیں درست ہیں؟

الجواب باسمہ تعالی

اس سوال کے جواب میں چند امور کو ذکر کرنا ضروری ہے:

- **جبلِ رحمت:**

اس پہاڑی کا نام جبل رحمت لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا ہے، اس نام پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو جبل رحمت کہا جاتا تھا. جبل رحمت مکہ مکرمہ سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے.

المكان جبل عرفات: هو جبل يقع علي بُعد 20 كيلو متر شرقي مكة.

شیخ بکر بن عبد اللہ ابوزید لکھتے ہیں کہ اس پہاڑ کو جبل رحمت کہنا سنت سے ثابت نہیں، بلکہ عرب اس پہاڑ کو الال کہتے تھے، سب سے پہلے ناصر خسرو نے اپنے سفر نامے میں اس پہاڑ کو جبل رحمت لکھا، پھر اس کے بعد اس کی شہرت جبل رحمت سے ہونے لگی.

ويقول الشيخ بكر بن عبدالله أبوزيد: هذا الجبل لم يأت له ذكر قط في السنة المشرفة. وبالتتبع حصل أن اسمه الذي سمته به العرب هو إلال على وزن (سحاب) وعليه الأكثر أو على وزن (هلال) كما في كثير من أخبار العرب وأشعارها... وأقدم نص وقفت عليه فى ذكره باسم (جبل الرحمة) هو في رحلة ناصر حسرو (المتوفى 444هـ) المسماة "سفرنامة" ثم هو منتشر بعد في كتب الفقهاء والعلماء من أهل المذاهب الأربعة وغيرهم.

تاریخ میں اس پہاڑ کے دو نام ہیں: جبل الال اور جبل عرفہ.

ويؤكد الشيخ أبوزيد: أنه لا يثبت لهذا الجبل إلا اسمان هما: (جبل إلال) وهو المعروف في لسان العرب شعراً ونثراً، و(جبل عرفة) وهو مروي عن ابن عباس رضي الله عنه.

- **جبل رحمت کے مختلف نام:**

اس پہاڑی کے کچھ اور بھی نام تاریخ میں ملتے ہیں.

ولجبل الرحمة أسماء كثيرة، منها: جبل القرين، جبل الدعاء، جبل الرحمة، جبل اِلآل (على وزن هِلال)، وجبل التوبة.

- **آپ علیہ السلام کا اس پہاڑی پر چڑھنا:**

- سوال: کیا آپ علیہ السلام اس پہاڑی پر چڑھے تھے؟
- جواب: آپ علیہ السلام سے اس پہاڑی پر چڑھنا ثابت نہیں بلکہ آپ علیہ السلام نے اس پہاڑی کے ایک جانب چھاؤں میں کھڑے ہو کر دعا فرمائی تھی.

ويقول الشيخ أحمد المزروع القاضي: إن الرسول صلى الله عليه وسلم لم يصعد الجبل ولم ينقل عنه صلى الله عليه وسلم انه صعد نهائياً، بل وقف بالقرب من الجبل.

استاد احمد البنانی کہتے ہیں کہ اس پہاڑی کا نام جبل رحمت نہیں ہے بلکہ اس کا نام جبل عرفات ہے اور آپ علیہ السلام اس پہاڑی کے پاس کھڑے ہوئے تھے، لہذا پہاڑی پر چڑھنا سنت نہیں.

أما الأستاذ الدكتور أحمد البناني أستاذ العقيدة والأديان بكلية الدعوة وأصول الدين بجامعة أم القرى فيقول: إن هذا الجبل في الأصل لا يسمى جبل الرحمة وإنما هو جبل عرفات، وقد بين النبي المصطفى صلى الله عليه وسلم أن الوقوف عند الجبل ليس فرضاً ولا واجباً، إنما سنة لمن استطاع، وقد وقف عليه.

آپ علیہ السلام نے پہاڑ کی بعض بڑی چٹانوں کی چھاؤں میں دعا فرمائی تھی اور فرمایا کہ میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور پورا عرفہ (یعنی پورا میدانِ عرفات) وقوف کی جگہ ہے۔

والذي ثبت أنه صلى الله عليه وسلم وقف تحت هذا الجبل عند الصخرات الكبار، وقال: (وقفت هاهنا وعرفة كلها موقف، وارفعوا عن بطن عرنة).

- **آپ علیہ السلام کے قیام کی جگہ:**

۱. بعض لوگ کہتے ہیں کہ جبل رحمت کے نچلے حصے میں ایک بڑی چٹان ہے اس کے پاس آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے۔

وتقع أسفل جبل عرفات صخرة شكلها مميز يقال: إن الرسول الكريم استظل بها في حجةالوداع، وتقع الصخرة الشهيرة أسفل جبل عرفات، أو جبل "الرحمة" وتمتد أمامها مساحة منخفظة، كما أن الصخرة تشرف على المكان، حيث ترجح مصادر تاريخية أنها المكان الذي وقف فيه الرسول.

۲. بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس پہاڑی کے پاس ایک مسجد ہے اسی جگہ آپ علیہ السلام نے دعا مانگی تھی۔

كما أن في عرفات مسجد الصخرات، وهو أسفل جبل الرحمة على يمين الصاعد إليه، وهو مرتفع قليلاً عن الأرض يحيط به جدار قصير وفيه صخرات كبار وقف عندها رسول الله صلى الله عليه وسلم عشية عرفة وهو على ناقته القصواء.

۳. استاد عدنان کہتے ہیں کہ جس جگہ پر آپ علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا بعینہ اسی جگہ کا تعین کرنا تو کافی مشکل ہے، البتہ اتنی بات ہے کہ اس پہاڑی کے نچلے حصے میں آپ علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا۔

وأوضح أستاذ الحضارة الإسلامية بجامعة أم القرى الدكتور عدنان محمد الحارثي الشريف لـ"العربية.نت"، أن توثيق الصخرة ضعيف في بعض الأجزاء من التاريخ، وحول المكان والصخرة، قال الحارثي إن المصادر تشير لـ "حصيات أسفل جبل عرفة.

امام نووی، ابن تیمیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس پہاڑی پر چڑھنے کو حج کا حصہ سمجھنا بدعت ہے۔

ولذا قال كثير من العلماء: إن صعود هذا الجبل في الحج على وجه النسك بدعة، منهم الإمام النووي، وشيخ الإسلام ابن تيمية، والشيخ صديق خان.

آپ علیہ السلام نے خطبہ کہاں دیا؟

آپ علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں نمرہ نامی پہاڑ پر قیام کیا.

"نمرة" (بفتح النون وكسر الميم وسكونها) فنمرة هو جبل نزل به النبي صلى الله عليه وسلم يوم عرفة في خيمة.

شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے نمرہ پہاڑی پر قیام کیا اور پھر زوال کے بعد آپ علیہ السلام وادی عرنہ آئے، وہاں آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ساتھ ملا کر ادا فرمائی اور پھر آپ نے عرفات میں قیام فرمایا.

قال الشيخ محمد بن عثيمين: ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مكث يوم عرفة بنمرة (وهو موضع قبل عرفة) حتى زالت الشمس (وهو أول وقت الظهر)، ثم ركب، ثم نزل في بطن وادي عرنة (وهو واد بين نمرة وعرفات)، فصلى الظهر والعصر ركعتين ركعتين جمع تقديم، بأذان واحد وإقامتين، ثم ركب حتى أتى موقفه فوقف، وقال: وقفت هاهنا وعرفة كلها موقف، فلم يزل واقفا مستقبل القبلة رافعًا يديه يذكر الله ويدعوه حتى غربت الشمس.

دوسری ہجری میں خلافت عباسی کے زمانے میں اس خطبے کی جگہ مسجد تعمیر کی گئی جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیا جاتا رہا یہاں تک کہ اب اس میں تین لاکھ افراد نماز پڑھ سکتے ہیں.

ثم في أول عهد الخلافة العباسية في منتصف القرن الثاني الهجري بُنِيَ مسجد في موضع خطبة الرسول صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع هو مسجد نمرة، وتوالت بعدها توسعاته على مر التاريخ وصولاً للوقت الحالي: فأصبحت مساحته (124) ألف متر مربع، مؤلف من طابقين مُجَهّزين بنظام للتبريد والمرافق الصحية؛ حيث يتسع لأكثر من (300) ألف من المصلين.

خلاصہ کلام

میدانِ عرفات میں وقوف کرنا حج کا اہم رکن ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: "الحج عرفة" کہ حج تو عرفے کا نام ہے، آپ علیہ السلام نے ایک مخصوص جگہ قیام فرمایا لیکن آپ علیہ السلام نے پورے عرفات کو موقف قرار دیا.

Mufti Abdulbaqi Akhwanzada PAK: +92-333-8129000 KSA: +966-550440798 www.tambeehat.com

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "وقفت ههنا، والعرفة كلها موقف"۔ لہذا پورے عرفات میں کہیں بھی قیام اور عبادت میں مشغول ہونا کافی ہے.

جبلِ رحمت (کے نام سے مشہور اس) پہاڑی پر جانا یا وہاں دو رکعت نماز پڑھنا کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں، لہذا اس کی کوشش کرنا اور پہاڑ پر چڑھنے کو عبادت سمجھنا شرعاً غلط ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۹ اگست ۲۰۱۹ (بمقام: مِنیٰ)

تنبیہات
متخصص فی الفقه والعلوم الاسلامیه
جامعة العلوم الاسلامیة علامه بنوری ٹاؤن
مفتی عبد الباقی اخونزادہ
Mufti Abdulbaqi Akhwanzada
PAK: +92-333-8129000
KSA: +966-550440798
www.tambeehat.com

تنبیہات سلسلہ نمبر 220

اوجھڑی کھانے کا حکم

سوال: السلام علیکم ورحمہ اللہ

قابل احترام مفتی صاحب

مجھے ایک خاتون نے کہا کہ قربانی کے جانور کے گردے کھانا جائز نہیں ہے انکا کہنا ھے کہ مفتی اکمل صاحب نے کہا ہے؟؟؟

انھوں نے ہوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے؟؟ اسی طرح بعض بریلوی حضرات اوجھڑی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں

آپکی رہنمائی درکار ہے

جزاک اللہ خیرا

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جانور کے اعضاء میں سے سات اعضاء مکروہ تحریمی قرار دیئے جاتے ہیں

وروی عن مجاهد رضی الله تعالی عنه أنه قال كره رسول الله من الشاة الذكر والانثيين والقبل والغدة والمررة والمثانة والدم.

مجاہد رحمہ للہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے یہ اجزاء مکروہ قرار دیئے۔ آلہ تناسل، خصیئے، اگلی پیشاب گاہ، گلٹی، پتہ، مثانہ اور خون کراہت سے مراد، کراہت تحریمہ ہے دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کے ساتھ باقی چھ چیزیں بھی جمع فرمائیں اور بہتا خون تو حرام ہے، لہٰذا یہ بھی حرام ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خون حرام ہے اور میں چھ چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

اطلق اسم الحرام علی الدم المسفوح و سمی ما سواہ مکروھا.

”آپ نے بہتے خون پر حرام کا نام بولا اور باقی چھ کو مکروہ کہا“۔

لان الحرام المطلق ماثبت حرمته بدليل مقطوع به وحرمه الدم المسفوح قد ثبتت بدليل مقطوع وهو النص المفسر من الكتاب العزيز قال الله تعالٰى عز شانه {قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآاُوْحِىَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا} الی قوله عز شانه {اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْر} وانعقاد الاجماع ايضا على حرمته فأما حرمة ما سواه من الأشياء الستة فماثبتت بدليل

مقطوع به بالاجتهاد او بظاهر الكتاب العزيز المحتمل للتاويل أو الحديث لذلک فصل بينهما في الاسم فسمى ذلک حراما وذا مكروها.

اس لئے کہ حرام مطلق وہ ہے جس کی حرمت (حرام ہونا) دلیل قطعی سے ثابت ہو اور بہتے خون کا حرام ہونا تو دلیل قطعی سے ثابت ہے اور وہ کتاب عزیز (قرآن کریم) کی نص مفسّر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا

اے حبیب مکرم آپ فرمائیں: میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام، مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا خنزیر کا گوشت یہ وہ نجس ہے۔ (الْأَنْعَام، 6 : 145)

اور اس کی حرمت پر اجماع امت بھی ہے۔ رہا باقی چھ چیزوں کا حرام ہونا تو وہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ اجتہاد یا قرآن عزیز کی ظاہری نص سے (وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ) جس میں تاویل کا احتمال ہے۔

یا مذکورہ بالا حدیث پاک سے اسی لئے دونوں میں فرق کیا گیا ہے بہتے خون کو حرام اور باقی چھ چیزوں کو مکروہ کا نام دیا گیا ہے۔

کیا اوجھڑی اعضائے مکروہ میں شامل ہے:

- علمائے دیوبند کا فتوے:

حلال جانور کی اوجھڑی اور بٹ دونوں حلال ہیں، یہ دونوں حلال جانور کے ان سات اجزاء میں شامل نہیں جو ناجائز ہیں؛ اس لیے حلال جانور کی بٹ اور اوجھڑی کا کھانا جائز ہے (فتاوی رشیدیہ، ص:۵۵۲،۵۵۱، باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۳۶۸، فتاوی دار العلوم دیوبند، ۱۵:۴۶۸، مطبوعہ: دار العلوم دیوبند اور فتاوی محمودیہ، ۱۷:۲۹۳-۲۹۶، مطبوعہ: ادارۂ صدیق ڈابھیل وغیرہ)۔

ما يحرم من أجزاء الحيوان المأكول سبعة: الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة ، بدائع (رد المحتار، كتاب الذبائح ٩:٤٥١ط مكتبة زكريا ديوبند)، وانظر الدر والرد (كتاب الخنثى، مسائل شتى ١٠:٤٧٧، ٤٧٨) والفتاوى الهندية (كتاب الذبائح، الباب الثالث في المتفرقات ٥: ٢٩٠ ط مكتبة زكريا ديوبند)، والكنز (مع التبيين ، كتاب الخنثى،مسائل شتى ٦: ٢٢٦ ط المكتبة الإمدادية، ملتان) أيضاً۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

- فتاویٰ رشیدیہ میں اوجھڑی کھانا جائز قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت میں واضح لکھا ہے ”اوجھڑی کھانا حلال ہے“۔(رشید احمد گنگوھی، فتاویٰ رشیدیہ: 537،)

- **علمائے اہل حدیث:**

حلال جانور مثلاً گائے، بھینس، اونٹ، بکری اور بھیڑ وغیرہ کو شرائط شرعیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اس کی اوجھڑی حلال ہے، چاہے قربانی ہو یا عام ذبیحہ ہو اور اسے حرام کہنا غلط ہے۔

خلاصہ التحقیق: شرائط شرعیہ کے ساتھ حلال جانور کی اوجھڑی حلال ہے بشرطیکہ اسے خوب دھو دھو کر، خوب صفائی کر کے پکایا جائے اور کسی قسم کی نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔(الحدیث، شمارہ نمبر ۹۰) شیخ زبیر علی زئی

- **علمائے عرب کی رائے:**

مدونہ میں یہ بات موجود ہے کہ گوشت کے ساتھ ساتھ چربی، کلیجی، اوجھڑی، دل وغیرہ یہ سب گوشت کے حکم میں ہے اور حلال ہے

قال في "المدونة" : " مَا أُضِيفَ إِلَى اللَّحْمِ مِنْ شَحْمٍ وَكَبِدٍ وَكَرِشٍ وَقَلْبٍ وَرِئَةٍ وَطِحَالٍ وَكُلًى وَحُلْقُومٍ وَكُرَاعٍ وَرَأْسٍ وَشِبْهِهِ ، فَلَهُ حُكْمُ اللَّحْمِ " . انتهى .

"تهذيب المدونة" ، للبراذعي (93/1) . وانظر: مواهب الجليل (204/6) .

علمائے عرب کے ایک سائٹ پر سوال ہوا کہ اوجھڑی سے بدبو آتی ہے اس کا کھانا حلال ہے؟

تو جواب دیا گیا کہ گائے، بھینس، بکری اور تمام حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتڑیاں کھانا جائز ہے اور تھوڑی بہت بدبو مضر نہیں

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد؛

فيجوز أكل أمعاء البقر، والجاموس، والغنم، وسائر ما يحل أكله، والرائحة لا تؤثر، وما في داخل أمعاء ما يحل أكله طاهر على الصحيح.

- **علمائے بریلوی:**

مفتی شبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ”اوجھڑی کھانا مکروہ ہے. امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، 20: 238، رضا فاؤنڈیشن، لاهور . یہ کراہت جو فتاویٰ رضویہ میں بیان ہوئی ہے یہ طبعی کراہت (ناپسندیدگی) ہے

مفتی عبد القیوم ہزاروی لکھتے ہیں

بعض اعضاء سے بدبو آتی ہے جیسے اوجھڑی وغیرہ اور اگر محنت کر کے گرم پانی میں ڈال کر گندا کور (cover) اتار کر چھری وغیرہ سے رگڑ کر اس کور کو تمام آلائشوں سے پاک صاف کر لیا جائے، نمک اور بیسن لگا کر کچھ وقت پانی نچڑنے دیا جائے، میٹھا سوڈا بھی استعمال کیا جائے، پھر پکایا جائے اور چھوڑا ہوا پانی بہا دیا جائے، ڈھکن اتار کر بھاپ نکال لی جائے۔ دوبارہ صاف پانی سے تمام گوشت دھو لیا جائے۔ جو لوگ اتنی محنت نہیں کرتے اور عام گوشت سبزی وغیرہ کی طرح واجبی سا دھو کر اوجھری پکا لیتے ہیں، نہ صفائی ہوئی نہ smell ختم ہوئی نہ آلائشوں کا ازالہ ہوا، اسے کونسی نفاست پسند طبیعت پسند کرے گی؟ یہ طبعاً مکروہ ہی ہو گی.

مفتی: عبد القیوم ہزاروی

(گویا اگر اچھی طرح صاف کرے تو حلال ہے)

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

جناب احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں: "حلال جانور کے بعض اعضاء حرام ہیں، جیسے خون، پتہ، فرج، خصیہ وغیرہ۔" [تفسیر نور العرفان از نعیمی: ص547]

گویا انہوں نے اوجھڑی کو شمار نہیں کیا.

اوجھڑی کو مکروہ تحریمی قرار دینے والے بریلوی حضرات اور ان کے دلائل جانور کی اوجھڑی کھانا ناجائز و مکروہِ تحریمی (قریبِ حرام) اور گناہ ہے.

رسول اللہ علیہ السلام نے حلال جانور کے جن اعضاء کو مکروہ و ممنوع جانا ہے وہ سات ہیں:

(۱) پِتّہ (۲) مثانہ، (۳) شرمگاہ (۴) ذکر، (۵) کپورے، (۶) غدود اور (۷) خون،

[المعجم الاوسط حدیث: 9486، جلد 10، صفحہ 217، مکتبۃ المعارف ریاض]

مثانہ کیونکہ پیشاب جیسی نجاست کا محل ہے جسکی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا. اب اگر اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس کریں تو یہ بھی مکروہِ تحریمی ٹھہرے گی کیونکہ اوجھڑی گوبر جیسی نجاست کا مستقر ہے. لہذا دونوں میں جب علت مشترکہ پائے گئی تو جس طرح مثانے کو کھانا جائز نہیں اسی طرح اوجھڑی کا کھانا بھی ناجائز ٹھہرا.

- سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: "اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے" (فتاویٰ رضویہ جلد 14, صفحہ 705,)
- فقیہِ ملت مفتی محمد جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: "اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست نہیں (فتاویٰ فیضُ الرسول, جلد 2, صفحہ 433,)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

دبر یعنی پاخانے کا مقام، کرش یعنی اوجھڑی، امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں،" (فتاویٰ رضویہ, جلد 20, صفحہ 232)

گردے کھانا ممنوع یا مکروہ ہے:

گردہ چونکہ پیشاب کی صفائی کا کام کرتا ہے اسلئے بعض علماء نے اس کو ناپسند فرمایا جیسا کہ فقہ حنفی کی بعض کتب میں لکھا ہے بعض لوگوں نے حلال جانور میں 22 چیزیں مکروہ یا حرام قرار دے دی ہیں.

گردے کے بارے میں مولانا رشید احمد گنگوی فرماتے ہیں:

"بعض (حنفی فقہ کی) روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر عمل کرتے ہیں۔" [تذکرۃ الرشید: جزء 1 ص 147]

خلاصہ کلام

جانور کے جن سات اعضاء کو فقہ حنفی میں مکروہ قرار دیا گیا ہے اوجھڑی ان میں شامل نہیں اور اوجھڑی کو ان اعضاء پر قیاس کرنا قیاس فاسد سے زیادہ کچھ نہیں اور جہاں بھی اس کو مکروہ لکھا گیا ہے اس سے مراد فطری اور طبعی کراہت ہے نہ کہ شرعی کراہت اور یہی حکم گردے کا بھی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا اور کھانے سے منع کرنا ہرگز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

12 اگست 2019 (بمقام منیٰ)

11 ذی الحج 1440

تنبیہات سلسلہ نمبر 221

طواف کیلئے وضو کا حکم

سوال: ایک صاحب کا بیان سنا جس میں وہ یہ فرما رہے تھے کہ طواف کیلئے وضو ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی ہے، لہذا اگر کوئی شخص بغیر وضو طواف کرلے تو اس کا طواف درست ہے...

اس مسئلے کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ طواف کیلئے وضو کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں میں علمائے کرام کے تین مذاہب ہیں:

۱. پہلا قول:

طواف کیلئے وضو شرط (فرض) ہے. یہ قول امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ کا ہے.

۲. دوسرا قول:

طواف کیلئے وضو فرض نہیں بلکہ واجب ہے، یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے.

۳. تیسرا قول:

طواف کیلئے وضو سنت ہے، یہ قول علامہ ابن تیمیہ اور شیخ ابن عثیمین کا ہے.

- **پہلے قول والوں کے دلائل:**

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ طواف کیلئے وضو شرط ہے اور وضو کے بغیر طواف درست نہیں.

۱. پہلی دلیل:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ طواف بھی نماز ہی کی طرح ہے، بس (فرق یہ ہے کہ) طواف میں بات چیت کی اجازت ہوتی ہے نماز میں نہیں، پس طواف میں اگر بات کرو تو صرف خیر کی بات کرو.

فقد ذهب جُمْهور الفُقهاء من المالكيَّة والشافعيَّة، (والحنابِلة في إحدى الروايتَين) إلى عدم جواز الطَّواف بلا طهارة؛ لأنَّ الطَّهارة شرطٌ في صحَّة الطَّواف، واحتجُّوا بِحديث:

الطَّواف حوْل البَيت مثلُ الصَّلاة، إلَّا أنَّكم تتكلَّمون فيه، فمَنْ تكلَّم فيه، فلا يتكلَّمنَّ إلاَّ بِخير.

۲. دوسری دلیل:

آپ علیہ السلام کے عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے طواف سے پہلے وضو فرمایا.

ثبت في الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها قالت: لما أراد صلى الله عليه وسلم أن يطوف توضأ. وقد قال صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خذوا عني مناسككم". (رواه مسلم:1297).

۳. تیسری دلیل:

آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ کو حکم فرمایا کہ پاک ہونے سے پہلے طواف مت کرنا.

ثبت في الصحيحين أن النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال لعائشة لما حاضت: "افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي".

اس قول کا خلاصہ:

جمہور علمائے کرام کے نزدیک طواف کیلئے مکمل پاکی شرط ہے (یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے)، چاہے طواف فرض ہو، واجب ہو یا نفلی ہو، پس جس شخص نے بغیر وضو کے طواف کیا اس کا طواف شمار ہی نہیں کیا جائے گا.

جمهور الفقهاء من المالكية والشافعية والحنابلة يرون أن الطهارة من الأحداث ومن الأنجاس شرط لصحة الطواف مطلقًا، سواء كان طواف القدوم أو الزيارة أو الوداع، فإذا ابتدأ الطواف فاقدًا الطهارة فطوافه باطل لا يعتد به.

[راجع: "الشرح الكبير" للدردير (32/2، ط: دار الفكر)،
و"نهاية المحتاج" للرملي (279/3، ط: دار الفكر)،
و"مغني المحتاج" للخطيب الشربيني (244/2، ط: دار الكتب العلمية)،
و"الإنصاف" للمرداوي (17/4، ط: دار إحياء التراث العربي).

اسی طرح امام مالک اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر طواف کے دوران وضو ٹوٹ گیا تو گذشتہ کئے ہوئے تمام چکر ضائع ہوگئے، لہذا اب نئے سرے سے دوبارہ طواف شروع کرے.

وقال المالكية والحنابلة: مَن أحدث أثناء طوافه فإنه يستأنف طوافًا جديدًا ولا يبني على ما طاف. ففي "الشرح الكبير" للإمام الدردير عند الكلام على الطواف (31/2. ط: دار الفكر): وبَطَلَ (أي الطواف) بحدثٍ حصل أثناءه ولو سهوًا (بناءٌ) فاعل بطل، وإذا بطل البناء وجب استئناف الطواف إن كان واجبًا أو تطوعًا وتعمد الحدث.

- **۲- دوسرے قول کی دلیل:**

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ طواف کیلئے وضو کو شرط قرار نہیں دیتے البتہ واجب ضرور قرار دیتے ہیں، لہذا بغیر وضو کئے گئے طواف کو طواف تو کہا جاسکتا ہے لیکن واجب چھوڑ دینے کی وجہ سے یا تو وہ اس طواف کو دہرا دے یا پھر دم دے دے۔

وذهب الحنفية إلى أن الطهارة ليست شرطًا لصحة الطواف وإن كانت واجبة له، فمن طاف بلا طهارة فطوافه صحيح، لكن تجب إعادته ما دام بمكة وإلا وجب عليه الفداء. [راجع: "بدائع الصنائع" (129/2)، ط: دار الكتب العلمية].

ويقول العلامة الكاساني في "البدائع" (129/2): فأما الطهارة عن الحدث والجنابة والحيض والنفاس فليست بشرط لجواز الطواف، وليست بفرض عندنا، بل واجبة حتى يجوز الطواف بدونها.

- **پہلے اور دوسرے قول میں فرق:**

جمہور کے نزدیک طواف کیلئے وضو شرط ہے، جبکہ احناف کے نزدیک طواف کیلئے وضو واجب ہے۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے طواف زیارت بغیر وضو کے یا حالت حیض میں کیا تو جمہور علماء کے نزدیک اس نے گویا طواف کیا ہی نہیں لہذا اس کا فرض رہ گیا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے وضو یا حیض میں کیا گیا طواف معتبر شمار ہوگا اور فرض ادا ہو گیا لیکن واجب پورا نہ کرنے کی وجہ سے یا تو پاکی میں اس طواف کو دہرا دے یا پھر دم ادا کر دے۔

- **۳- تیسرے قول کی دلیل:**

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ طواف کیلئے وضو سنت ہے، لہذا اگر طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو اس سے طواف پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

يقول من يرى سنية الطهارة للطواف كشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله وهذا يعني عدم تأثر صحة الطواف بانتقاض الطهارة أثناءه.

اسی طرح فرماتے ہیں کہ جو لوگ طواف کیلئے وضو کو شرط قرار دیتے ہیں ان کے پاس کوئی خاص دلیل سوائے آپ علیہ السلام کے عمل کے کوئی نہیں اور آپ علیہ السلام کا عمل واجب ہونے کی دلیل نہیں ہے

قال شيخ الإسلام ابن تيمية :

والذين أوجبوا الوضوء للطواف ليس معهم حجة أصلاً ؛ فإنه لم يَنقل أحدٌ عن النَّبي صلى الله عليه وسلم لا بإسناد صحيح ولا ضعيف أنه أمر بالوضوء للطواف ، مع العلم بأنه قد حج معه خلائق عظيمة ، وقد اعتمر عمَراً متعددة والناس يعتمرون معه فلو كان الوضوء فرضاً للطواف لبيَّنه النبي صلى الله عليه وسلم بياناً عامّاً ، ولو بيَّنه لنَقل ذلك المسلمون عنه ولم يهملوه ، ولكن ثبت في الصحيح أنه لما طاف توضأ ، وهذا وحده لا يدل على الوجوب ؛ فإنه قد كان يتوضأ لكل صلاة ، وقد قال : " إني كرهتُ أن أذكر الله إلا على طهر" ... اهـ .

"مجموع الفتاوى" (21 / 273) .

خلاصہ کلام

طواف کیلئے وضو کے ضروری نہ ہونے والی بات کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں، بلکہ امام صاحب کے نزدیک تو طواف کیلئے وضو واجب ہے اور وضو کے بغیر طواف ناقص ہی رہے گا، البتہ بعض مجبوریوں میں پاکی کے بغیر کیا ہوا طواف معتبر تو شمار کیا جائے گا، لیکن ناپاکی میں ادا کرنے کی وجہ سے (پاکی میں اسکو دہرانا لازم ہے ورنہ) دم دینا لازم آئے گا۔ گویا جمہور امت کے نزدیک طواف کیلئے وضو لازم ہے اور یہی قول مفتی بہ اور راجح ہے

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۵ اگست ۲۰۱۹ مکہ مکرمہ